الخلافۃ الباطنۃ

باطنی خلافت

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
لاہور۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(باطنی خلافت)

مکتبہ باب العلم [illegible] پاکستان

اَلْخُلَافَۃُ الْبَاطِنِیَّۃ

(باطنی خلافت)

تصنیف

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ بابُ العِلم، لاہور، پاکستان

کل الحقوق محفوظۃ

نام کتاب	:	اَلخِلَافَۃُ اَلبَاطِنِیَّۃ
مؤلف	:	قاری ظہور احمد فیضی
پروف ریڈنگ	:	علامہ نصیر احمد نقشبندی، اوچ شریف
کمپوزنگ	:	حسنین ظہور قادری
بک ورک	:	احتشام الحق قریشی
تعداد	:	1100
الطبعة الثانية	:	صفر المظفر ١٤٤٣ھ، بمطابق ستمبر 2021ء
ہدیہ	:	600روپے
ناشر	:	محمد احمد فیضی، مکتبۃ باب العلم، لاہور۔ پاکستان

Tel: 042-37321214, 0300-4150021
E-mail: maktbababulilm110lhr@gmail.com

ڈسٹری بیوٹرز

ضیاء القرآن پبلی کیشنز: گنج بخش روڈ لاہور/اردو بازار، کراچی
اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی
اوچ شریف بک کارنر، نزد کینال ریسٹ ہاؤس، اوچ شریف (بہاول پور)
0300 249 5037 - 0300 415 0021

آن لائن کتب منگوانے کے لئے رابطہ

کتاب ریختہ®
www.kitabrekhta.com
0321-1788887
/kitabrekhta

إِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ

وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّ

كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ.

"بے شک علی مجھ سے

اور میں اُس سے ہوں اور وہ

میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے"۔

(حدیث نبوی ﷺ)

وَاعْلَمُوا أَنَّهُ

لَا يَتِمُّ شَرَفٌ إِلَّا بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ

”جان لو! بلاشبہ

ولایتِ علی رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی شرف پورا نہیں ہوتا“۔

(سیدنا عمر رضی اللہ عنہ)

انتساب

راقم الحروف اپنی اِس کاوش کو اُس ہستی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے جن کی کامل علمی شخصیت سے مجھے بھرپور باطنیت وروحانیت کا عملی مشاہدہ حاصل نہ ہوتا تو شاید میں سلسلۂ روحانیت اور تصوف کا منکر ہوتا۔ اُس ذات وحدہ لاشریک لہ کے لیے بے حد حمد ہے جو اپنے فضل وکرم سے ہر دور میں ایسے بندے ظاہر فرماتی رہتی ہے جن کے علم وعمل اور پاکیزہ سیرت سے مجھ ایسے شخص کا بھی کتاب وسنت پر یقین بڑھ جاتا ہے۔ یعنی استاذ العلماء، عمدۃ الصلحاء والأولیاء، پیکر صدق وصفا، مجسم ترجمانِ صوفیہ، کشتۂ عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مرشدی وملجائی حضور خورشیدِ ملت علامہ مولانا خورشید احمد فیضي یٰسیني [متوفّیٰ ۲۹ رجب ۱۴۲۲ھ، بمطابق ۱۷، اکتوبر ۲۰۰۱ء] رحمة الله عليه وعلىٰ آبائه ومرشديه وأساتذته.

مؤلف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَانِ الرَّحِيمِ. مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ. إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الْمُطَهَّرِينَ ، وَأَصْحَابِهِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ الْمُخْلِصِينَ الْمُخْلَصِينَ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ. أما بعد:

بلا مبالغہ تمام سابقون اولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت جس ہستی کی شان میں سب سے زیادہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہوئیں وہ اول المسلمین، حجة الواصلین، دلیل العارفین ، إمام المتقین ، أمیر المؤمنین، سید الزاهدین ، یعسوب المسلمین ، مولی المؤمنین ، أَعْلَمُ الأُمّة ، أَقْضَى الأُمّة ، أَعْرَفُ الأُمَّة ، أَفْهَمُ الأُمَّة ، أَعْدَلُ الأُمّة ، أَشْجَعُ الأُمّة ، أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰه ، محبّ اللہ، محبوبُ اللہ، اِمام الأولیاء، سید الاتقیاء، سیدنا و مرشدنا علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں۔ اسلامی، ایمانی، علمی، جسمانی، ایقانی، عرفانی، حسبی اور نسبی جس زاویہ سے بھی دیکھا جائے اللہ جل جلالہ نے اُنہیں ہر ہر جہت اور ہر ہر پہلو سے پوری اُمت پر فائق، افضل، اکمل، برتر اور بہتر بنایا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اعانت وتوفیق سے اِس سے قبل اُن کے فضائل وخصائص پر اِس قلم سے پہلے بھی کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اِن سطور میں ہم اُن کی ایسی خصوصیت پر روشنی ڈال رہے ہیں جس کا ہر مومن محتاج ہے ،وہ اُن کی دائمی اور آفاقی خصوصیت ہے، جو

کائنات کے تمام مومنین کو محیط ہے اور کسی مومن کو اُس سے انکار نہیں اور جس کو انکار ہو وہ مومن نہیں۔ وہ خصوصیت ہے اُن کا تمام مومنین و مومنات کا مولیٰ اور ولی ہونا۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ بھی تمام مومنین و مومنات کا ولی اور مولیٰ ہے، رسول اللہ ﷺ بھی تمام مومنین و مومنات کے ولی اور مولیٰ ہیں اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تمام مومنین و مومنات کے ولی اور مولیٰ ہیں مگر ہر ایک اپنی اپنی شان کے مطابق۔ اِس کی توضیح آئندہ سطور میں آئے گی، ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

یہاں ہم پہلے اُن کی شان میں وہ بعض آیات پیش کر رہے ہیں جن میں اُن کے لیے لفظِ ولی اور مولیٰ آیا ہے، پھر وہ احادیث پیش کریں گے جن میں اُن کی شان میں لفظ "مَـوْلـیٰ" آیا ہے، پھر وہ احادیث پیش کریں گے جن میں اُن کی شان میں لفظ "وَلِیّ" آیا ہے اور پھر اہل سنت کے علماء، فقہاء اور صوفیہ کے حوالہ سے اِن الفاظ کے وہ معانی اور مطالب بیان کریں گے جن کا اطلاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام مومنین پر ہوتا ہے۔

علی مرتضیٰ علیہ السلام سب کے مولیٰ، از قرآن

بعض ایسی آیات ملاحظہ فرمایئے جن میں لفظ ولی آیا ہے اور متعدد احادیث واقوال کے مطابق اُن میں ولی سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات مراد ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ.
>
> "تمہارا مددگار تو اللہ جل جلالہ اور اُس کا رسول، اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالانکہ وہ رکوع کرنے والے

ہیں"۔[المائدۃ:۵۵]

اِس آیت کی شانِ نزول میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نمازِ نفل ادا فرما رہے تھے کہ کسی سائل نے سوال کیا تو اُنہوں نے حالتِ نماز میں اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اُتار کر اُسے عطا فرمادی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے اور ہر ایک صحابی سے متعدد اسناد کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے اُن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ انس بن مالک

۲۔ ابوذر غفاری

۳۔ جابر بن عبداللہ

۴۔ امام حسن بن علی

۵۔ عبداللہ بن عباس

۶۔ علی بن ابی طالب

۷۔ عمرو بن العاص

۸۔ عمار بن یاسر

۹۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم

اِس حدیث کی سند پر کافی جرح کی گئی ہے۔ بعض متشددین نے بھی جرح کی ہے اور بعض معتدلین نے بھی۔ عصرِ حاضر میں دو شخصوں نے مل کر اسباب النزول پر تین جلدوں میں ضخیم کتاب لکھی ہے، اُس میں اُنہوں نے متعدد سندوں سے یہ حدیث روایت کی ہے اور ہر روایت پر کوئی نہ کوئی سخت حکم لگایا ہے ماسوا دو روایتوں کے۔ چنانچہ کُل (۱۳)

تیرہ روایات ذکر کیں اور چھ سندوں کے آخر میں کہا ہے: "ضَعِیفٌ جِدًّا" (انتہائی ضعیف ہے) دو کے آخر میں لکھا ہے: "ضَعِیفٌ" دو کے آخر میں لکھا ہے "مَوْضُوعٌ" (جعلی ہے) ایک کے آخر میں لکھا ہے: "لَا أَصلَ لَهُ" (اِس کی کوئی اصل نہیں) اور دو پر بالکل خاموشی اختیار کی ہے۔(۱)

ہر چند کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول ہوتی ہے لیکن یہاں ہم اُن دو حدیثوں کو نقل کر رہے ہیں جن پر اِس کتاب کے مؤلفین مذکورہ بالا چار حکموں میں سے کوئی حکم بھی نہیں لگا سکے۔ اِن میں سے ایک حدیث کے راوی خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری کے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ یہ مؤلفین لکھتے ہیں:

۱۔ "سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ......﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ گھر سے نکل کر مسجد تشریف لائے۔ اُس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے، کوئی رکوع میں، کوئی سجدہ اور کوئی قیام میں تھا۔ وہاں ایک سائل موجود تھا، آپ نے پوچھا: اے سائل! تجھے کسی نے کچھ دیا؟ اُس نے کہا: نہیں ماسوا اِس رکوع کرنے والے کے، یعنی علی بن ابی طالب نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے"۔

۲۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی خیرات فرمائی جبکہ وہ حالتِ رکوع میں تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل سے پوچھا: تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی؟ اُس نے عرض کیا: اِس رکوع کرنے والے نے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿إِنَّمَا

---

(۱) الاستيعاب في معرفة الأسباب ج۲ ص ٦٤، ٦٩۔

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ......﴾ نازل فرمائی“ -(۱)

امام سیوطی اور علامہ ابن عطیہ الاجھوری نے متعدد اسانید و متون کے ساتھ یہ حدیث نقل کر کے آخر میں لکھا ہے:

فَهٰذِهٖ شَوَاهِدُ يُقَوِّيْ بَعْضُهَا بَعْضًا.

”یہ متعدد شواہد ایک دوسرے کو قوی کر رہے ہیں“ -(۲)

سند و متن کے لحاظ سے اِس حدیث کی مکمل تحقیق کے لیے اسلافِ کرام کی اُن قدیم کتب کا مطالعہ ازحد مفید ہوگا جن میں اُن آیات قرآنی کا احاطہ کیا گیا جو سیدنا علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ یہاں ہم بغرضِ افادہ اُن کتب کا مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں:

۱۔ **مناقب علي بن أبي طالب عليه السلام وما نزل من القرآن في علي.** الإمام الحافظ أبوبكر أحمد بن موسىٰ ابن مردَوَيه الأصفهاني، متوفّیٰ ٤١٠ھ، مطبعة دار الحديث، ايران، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ.

۲۔ **ما نزل من القرآن في علي.** الحافظ الإمام أحمد بن عبدالله المعروف بأبي نُعَيم الأصفهاني، متوفّیٰ ٤٣٠ھ. مطبوعة مطبعة وزارة الإرشاد الإسلامي، ايران، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٦ھ.

۳۔ **شواهد التنزيل لقواعد التفضيل.** الحافظ الإمام القاضي أبوالقاسم عبيدالله بن عبدالله المعروف بالحاكم الحسكاني، الحنفى النيشابوري،

---

(۱) الاستيعاب في معرفة الأسباب ج۲ ص٦٩۔

(۲) لباب النقول في أسباب النزول للسيوطي ص١٠٤؛ إرشاد الرحمان لأسباب النزول والناسخ والمنسوخ والمتاشبه وتجويد القرآن ص٢٥٠۔

متوفّیٰ ٤٨٣ھ، مطبوعة مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٣١ھ.

٤۔ **ما نزل من القرآن في علي بن أبي طالب** علیہ السلام، أبو الفضائل أحمد بن محمد بن المظفر بن المختار الحنفي الرازي، متوفّیٰ ٦٣١ھ، مطبوعة مكتبة العتبة العباسية المقدسة، عراق، ومؤسسة الأعلمي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٤ھ.

علاوہ ازیں سورۃ التحریم کی آیت نمبر چار ﴿**فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ**﴾ میں بھی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مومنین کا مولا فرمایا گیا ہے۔

فائدہ

یہاں ایک بات یاد رہے کہ ایسی فضیلت جو تمام مومنین میں مشترک ہو، وہی فضیلت اگر کتاب وسنت میں کسی خاص شخص کے لیے شانِ نزول یا شان ورود کے طور پر بیان فرمائی جائے تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ اُس صفت میں سب پر فائق ہے۔ مثلاً ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی عبد ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو "عَبْدُهٗ" (اپنا عبد) فرمائے تو اِس کا معنیٰ یہ ہے کہ بیشک سارے ہی اُس کے عبد ہیں مگر "عَبْدُهٗ" جیسا کوئی نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی تصریح کے مطابق تمام مومنین ایک دوسرے کے ولی اور مولیٰ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ جس کو نام زد کر کے تمام مومنین کا مولیٰ قرار دیں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ اس شان میں اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

علی مرتضیٰ سب کے مولیٰ، از حدیث

اگر کسی شخص کو مذکورہ بالا آیات کی شان نزول میں واردشدہ احادیث کی سند پر

اعتراض ہوتو اُسے چاہیے کہ وہ اُن احادیث کے ضعف کی تلافی درجِ ذیل احادیثِ صیحہ اور متواترہ سے کر لے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَمَعَ عليٌّ رضی اللہ عنہ النَّاسَ فِي الرَّحْبَةِ ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ : أَنْشُدُ اللّٰهَ كُلَّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ غَدِيْرِخُمٍّ مَا سَمِعَ ، لَمَّا قَامَ . فَقَامَ ثَلاثُوْنَ مِنَ النَّاسِ.وَقَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ : فَقَامَ نَاسٌ كَثِيْرٌ، فَشَهِدُوْا حِيْنَ أَخَذَهٗ بِيَدِهٖ ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: أَتَعْلَمُوْنَ أَنِّي أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ؟ قَالُوا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا مَوْلَاهُ ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ.

قَالَ: فَخَرَجْتُ وَكَأَنَّ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا ، فَلَقِيْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ ، فَقُلْتُ لَهٗ : إِنِّي سَمِعْتُ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ : فَمَا تُنْكِرُ ؟ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَهٗ.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کشادہ مقام میں جمع کیا، پھر اُن سے فرمایا: میں تم میں سے ہر اُس مسلمان شخص کو قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کو "غدیرخم" کے دن فرماتے ہوئے سنا تھا، جبکہ آپ کھڑے ہوئے تھے تو اس پر لوگوں میں سے تیس[۳۰] افراد کھڑے ہوئے۔ابونعیم فضل بن دکین فرماتے ہیں: بہت لوگوں نے کھڑے کر گواہی دی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ہاتھ کو

پکڑا تو لوگوں کو فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں اہلِ ایمان کی جانوں سے بھی اُن کا زیادہ مالک ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: بے شک یا رسول اللہ! فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں تو یہ بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! جو اِس سے محبت رکھے تو اُس سے محبت کر اور جو اِس سے دشمنی رکھے تو اُس سے دشمنی رکھ۔

سیدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں باہر آیا اور گویا میرے دل میں اس حدیث کے متعلق کچھ تردد تھا۔ پس میری ملاقات سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے اُنہیں عرض کیا: میں نے علی کو سنا وہ ایسا ایسا فرما رہے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا: پھر تم کیوں انکار کرتے ہو؟ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ اُن کے حق میں یہی فرما رہے تھے"۔(۱)

غدیرِ خم کے علاوہ اوقات میں یہی ارشاد

امام احمد بن حنبل، امام ابن ابی شیبہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ بُرَيْدَةَ ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ إِلَى

---

(۱) مسند أحمد ج۳۲ ص ۵۵، ۵۶ ح ۱۹۳۰۲ ؛ السنن الكبرىٰ للنسائي ج۷ ص ۱۳۰ ح ۸۰۹۲ وص ۴۳۷ ح ۸۴۱۰ ؛ شرح مشكل الآثار ج۵ ص ۱۵ ح ۱۷۶۲ ؛ تحفة الأخيار ج۹ ص ۱۷۷ ح ۶۵۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۳۹۴۲ ؛ صحيح ابن حبان ج۱۵ ص ۳۷۵، ۳۷۶ ح ۶۹۳۱۔

الْيَمَنِ ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً ، فَقَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، ذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ ، فَجَعَلَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَغَيَّرُ ، فَقَالَ : يَابُرَيْدَةُ ! أَلَسْتُ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ؟ قُلْتُ : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف غزوہ میں گیا تو میں نے اُن سے زیادتی دیکھی، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آکر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو اُن کی تنقیص کی، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے تیور بدلنے لگے، پھر آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں کا اُن سے زیادہ مالک نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایا: میں جس کا مالک ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مالک ہیں"۔ (۱)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ تنبیہ غدیرخم سے بھی پہلے کسی موقع پر فرمائی گئی ہے۔

ائمہ صحاح میں سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو فقط اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

---

(۱) مسند أحمد ج٥ ص٣٤٧، وط: بتحقيق الأنؤوط ج٣٨ ص٣٢ ح ٢٢٩٤٥ ؛ المصنف لابن أبي شيبة [ت: محمد عوامة] ج١٧ ص١٣٦ ح ٣٢٧٩٥ ؛ فضائل الصحابة ج٢ ص٧٢٣ ح٩٨٩ ؛ السنن الكبرىٰ للنسائي ج٧ ص٣٠٩ ح٨٠٨٩ وص٤٣٨ ح٨٤١٣۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

''میں جس کا مالک ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مالک ہیں''۔(۱)

جبکہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس سند کے ساتھ یہ حدیث روایت فرمائی ہے اُس میں تین احادیث کا مضمون آگیا ہے۔اِس کی وجہ یہ بنی کہ ایک مجلس میں معاویہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برائی کی تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اُسے تنبیہ کی غرض سے شانِ مرتضوی علیہ السلام میں تین ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی مجلس میں بیان فرما دیے۔ چنانچہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ سَابِطٍ ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَانِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ : قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا فَنَالَ مِنْهُ ، فَغَضِبَ سَعْدٌ وَقَالَ: تَقُولُ هٰذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُّوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلاً يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ.

''عبدالرحمٰن بن سابط سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ ایک مرتبہ حج پر آیا تو اُن کے پاس سیدنا سعد رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے،لوگوں نے سیدنا علی علیہ السلام کا ذکر شروع کیا تو معاویہ اُن کی برائی کرنے لگا۔سیدنا سعد رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوکر فرمانے لگے:تو ایسے شخص کو برا کہہ رہا ہے جس کے بارے میں، مَیں

---

(۱) سنن الترمذي ج٦ ص ٧٩ ح٣٧١٣۔

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

1۔ جس کا میں مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

2۔ اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: (اے علی) تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ھارون علیہ السلام مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

3۔ اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: میں ایسے شخص کو پرچم عطا کروں گا جو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے"۔(۱)

حدیث الموالاۃ کا متواتر ہونا

محدثین کرام نے حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ" کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے، اُن میں سے ایک امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔(۲)

امام ابوجعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اِس حدیث کو امام مناوی اور امام زرقانی نے بھی متواتر لکھا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے: اِس حدیث کو امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی بہت ہی سندیں ہیں۔ امام ابن

---

(۱) سنن ابن ماجه [ت: الألباني] ص٣٧ ح١٢١؛ المصنف لابن أبي شيبة [ت: محمد عوامة] ج١٧ ص١٠١، ١٠٢ ح٣٢٧٤١؛ تاريخ مدينة دمشق ج٤٢ ص١١٦؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني ج٤ ص٣٣٥۔

(۲) قطف الأزهار المتناثرة فی الحديث المتواترة للسيوطي ص٢٧٧۔

عقدہ رحمہ اللہ نے اِس حدیث کے تمام طرق کو مستقل کتاب میں جمع کیا ہے، جن میں سے اکثر کی سندیں صحیح یا حسن ہیں"۔(١)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اِس حدیث پر مستقل ایک رسالہ ہے اور اُنہوں نے بھی اِس حدیث کو متواتر تسلیم کیا ہے۔(٢)

حافظ ابن کثیر اور امام شمس الدین جزری المقری نے بھی اِس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔(٣)

تعجّب

آپ حیران ہوں گے کہ ایک طرف محدثین کرام نے اِس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے جبکہ دوسری طرف شیخ ابن تیمیہ نے اِس متواتر حدیث کو موضوع تک کہہ ڈالا، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ" میں اِس پر خوب بحث ونظر کی ہے۔

مولیٰ بمعنی آقا، مالک، سردار و مددگار

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں واردشدہ اِن احادیث میں لفظِ مولیٰ کا معنیٰ فقط محبوب نہیں، اِس لیے کہ اُن سے محبت کرنے پر تو اور بھی بہت سی احادیث ہیں، یہاں تک تو ارشاد ہے کہ اُن سے محبت ایمان اور اُن سے بغض منافقت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(١) نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتاني ص١٩٤ ح٢٣٢۔

(٢) رسالة طرق الحديث : من كنت مولاه فعلي مولاه، ص١٢، ١٨۔

(٣) البداية والنهاية ج٥ ص٢٩٦، ٢٩٧ ؛ أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب للجزري ص٤٨ ؛ شرح أسنى المطالب للفيضي ص٧١ ح١۔

نے اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی کو سمجھانا ہوتا کہ وہ اُن سے محبت کرے تو اِتنا فرما دینا ہی کافی ہوتا کہ مجھے علی سے محبت ہے یا میں تو علی کو محبوب رکھتا ہوں، یا کم از کم اتنا ہی فرما دیتے جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُس وقت فرمایا تھا جب اُن کے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ بات بڑھ گئی تھی اور اُن کی بات کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خود اعتراف فرماتے تھے:

لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ.

''یقیناً میں نے زیادتی کی تھی''۔

وہ چاہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کے لیے استغفار کریں لیکن اُنہوں نے ایسا نہ کیا، مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي.

''کیا تم میری خاطر میرے ساتھی سے درگزر نہیں کرو گے؟''۔(۱)

یا اُس طرح فرما دیتے جیسا کہ ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دو گروپ تھے۔ ایک گروپ سیدہ عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن پر مشتمل تھا اور دوسرے گروپ میں اُم المومنین سیدہ ام سلمہ اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ مؤخر الذکر گروپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شکوہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں فرمایا: مجھے عائشہ کے متعلق اذیت مت پہنچاؤ۔ پھر اِسی گروپ نے اپنی بات آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو سفارشی بنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) بخاري: كتاب التفسير، باب سورة الأعراف، ص٦٣٨ ح٤٦٤٠۔

يَا بُنَيَّةُ ! أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟

''پیاری بیٹی! کیا آپ وہ پسند نہیں کرتیں جو میں پسند کرتا ہوں؟''۔(۱)

یہ انتہائی سادہ انداز ہے، جبکہ مولیٰ علی علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی نرالا انداز اپنایا گیا۔ چنانچہ پہلے اہل اسلام سے پوچھا گیا: کیا میں تمہارا تمہاری جانوں سے زیادہ مالک نہیں ہوں؟ جب اُنہوں نے اقرار کرلیا تو پھر سیدنا علی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: ''میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کے مولیٰ ہیں''۔

اِس خاص انداز سے وہ عمومی محبت نہیں چاہی گئی جو باہم مسلمانوں کے درمیان مطلوب ہے بلکہ کچھ اور چاہا گیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ آیئے! اِس کا کچھ اندازہ فہمِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ رِيَاحِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ : جَاءَ رَهْطٌ إِلَى عَلِيٍّ بِالرَّحْبَةِ فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَانَا ! قَالَ: كَيْفَ أَكُونُ مَوْلَاكُمْ وَأَنْتُمْ قَوْمٌ عَرَبٌ ؟ قَالُوا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ هٰذَا مَوْلَاهُ ، قَالَ رِيَاح : فَلَمَّا مَضَوا تَبِعْتُهُمْ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ قَالُوا : نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فِيهِم أَبُو أَيُّوبِ الْأَنْصَارِيُّ.

''حضرت ریاح بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وفد سیدنا علی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: اے ہمارے آقا! آپ پر سلامتی ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں کیسے تمہارا آقا ہوں، حالانکہ تم تو عرب

---

(۱) بخاري: كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها ، باب من أهدى إلى صاحبه وتحرى بعض نسائه دون بعض، ص۳۴۲ ح۲۵۸۱۔

قوم ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم کے دن سنا تھا: ”جس کا میں آقا ہوں بے شک اس کا یہ (علی بھی) آقا ہے“۔ حضرت ریاح رضی اللہ عنہ نے کہا: جب وہ لوگ چل دیے تو میں نے اُن کے پیچھے جا کر اُن سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ اُنہوں نے کہا: انصار کا ایک وفد ہے، جن میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہیں“۔(۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں: ”اس حدیث کو امام احمد اور ایک ثقہ (لائق اعتماد) جماعت نے روایت کیا ہے“۔(۲)

حافظ ہیثمی نے بھی امام احمد کی سند کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔(۳)

---

(۱) مسند أحمد ج٥ ص٤١٩، وط: ج٧ ص٧٧٩، ٧٨٠، ح٢٣٩٥٩، وط: ج٣٨ ص٥٤١، ٥٤٢ ح٢٣٥٦٣؛ فضائل الصحابة ج٢ ص٧٠٧ ح٩٢٧؛ المصنَّف لابن أبي شيبة ج٦ ص ٣٢٩ ح٣٢٠٦٤، وط: ج١٧ ص٩٨، ٩٩ ح ٣٢٧٣٦ ؛ البداية والنهاية ج٤ ص١٧٢ وج٥ ص٤٦٢ ؛ تاريخ دمشق ج٤٢ ص٢١١، ٢١٢؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٧ ص٣٥٣ ؛ المعجم الكبير ج٤ ص١٧٣، ١٧٤ ح٤٠٥٢، ٤٠٥٣ ؛ مجمع الزوائد ج٩ ص١٠٤؛ الرياض النضرة ج٤ ص١٠٩ ؛ إتحاف الخيرة المهرة للبوصيري ج٧ ص٢١٢ ح ٦٦٨٧؛ مرقاة ج١٠ ص٤٧٨ ؛ فضائل درود شريف ص٨٨۔

(۲) رسالة: طرق حديث من كنت مولاه، للذهبي ص٤٩، ٩٨۔

(۳) مجمع الزوائد ج٩ ص١٠٤۔

شیخ احمد شاکر اور شیخ شعیب الأرنؤط نے لکھا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔(۱)

شیخ حسین سُلَیم اسد الدارانی نے اِس حدیث کی ایک سند کو صحیح اور دوسری کو حسن کہا ہے۔(۲)

استفہام مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام کا سبب

خیال رہے کہ اُن عرب سواروں کا کسی کو اپنا محبوب سمجھنا باعث تعجب نہیں تھا بلکہ عرب ہو کر اُن کا کسی غیر نبی شخص کو اپنا آقا سمجھنا باعث تعجب تھا، اسی لیے مولیٰ علی علیہ السلام نے سوال کیا اور اُنہوں نے وضاحت کی۔

امام ذہبی مزید لکھتے ہیں:

ثَنا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنِ مُوسیٰ، أَخبَرَنَا یُوسُفُ بْنُ صُهَیْبٍ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ أَبِي رَمْلَةَ أَنَّ رَکْباً أَتَوْا عَلِیًّا، فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ، قَالَ: وَعَلَیْکُمْ، أَنّٰی أَقْبَلَ الرَّکْبُ؟ قَالُوا: أَقْبَلَ مَوَالِیْکَ مِنْ أَرْضِ کَذَا وَکَذَا، قَالَ: أَنّٰی أَنْتُمْ مَوَالِيَّ؟ قَالُوا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ یَوْمَ غَدِیرِ خُمٍّ: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلاً سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَا قَالَ إِلَّا قَامَ، فَقَامَ اِثْنَا

---

(۱) مسند أحمد [ت: أحمد شاکر ج۱۷ ص۳۶ ح۲۳۴۵۳، وبتحقیق الأرنؤوط: ج۳۸ ص۵۴۱، ۵۴۲ ح۲۳۵۶۳۔

(۲) مجمع الزوائد بتحقیقه ج۱۸ ص۲۰۹ ح۱۴۶۱۲۔

عَشَرَ رَجُلاً فَشَهِدُوا بِذٰلِکَ. رواه ابن جرير عن الرمادي عنه، ويوسف وثّقه ابن معين.

''حضرت ابورملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ سوار لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو اُنہوں نے جواب دے کر فرمایا: سوار کدھر سے آ رہے ہیں؟ اُن سواروں نے عرض کیا: آپ کے غلام فلاں اور فلاں مقام سے آ رہے ہیں۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میرے غلام کیونکر ہو گئے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غدیر خم کے دن سنا تھا: ''جس کا میں آقا ہوں بے شک اس کا یہ (علی بھی) آقا ہے، اے اللہ! تو اُس کو محبوب رکھ جو اِسے محبوب رکھے اور اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے عداوت رکھے۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اُس شخص کو قسم دے کر کہتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا وہ کھڑا ہو جائے، تو بارہ حضرات نے کھڑے ہو کر اس حدیث کی گواہی دی''۔

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے الرمادی سے روایت کیا ہے اور اس کے ایک راوی یوسف کی امام ابن معین نے توثیق فرمائی ہے''۔(۱)

ثانی عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا آقا سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے پاس ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک غلام حاضر ہوا تو اُنہوں نے اُس سے پوچھا:

''تم کون ہو؟ غلام نے کہا: قریش سے ہوں۔ فرمایا: کون سے قریش؟

---

(۱) رسالة طرق الحديث من كنت مولاه، للذهبي ص ٤٤، ٤٥۔

کہا: بنوھاشم۔ فرمایا: کون سے بنوھاشم؟ اس پر وہ خاموش رہا تو اُنہوں نے دوبارہ پوچھا: اُس نے کہا: مولیٰ علی۔ فرمایا: کون علی؟ وہ خاموش رہا تو سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی علی بن ابی طالب کا مولیٰ (غلام) ہوں، پھر پوری حدیث سنائی اور اُس غلام کو دوگنا عطا کیا''۔ (۱)

سیدنا علی علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمائے گئے لفظ ''مولیٰ'' کا یہ وہ معنیٰ ہے جو انصار، دوسرے صحابہ کرام اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی فہم کے مطابق ہے، جبکہ آج کا احمق ملّاں بعض خلفاء کو مولیٰ علی علیہ السلام کا پیر اور آقا کہتا ہے۔ ایسے احمقوں کو اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ جس کسی کو بھی خلافت کی امانت ملی بعد میں ملی مگر سیدنا علی علیہ السلام کو بلا استثناء سب کا مولیٰ پہلے بنایا گیا، لہٰذا وہ ہمیشہ کے لیے اور ہر ایک مسلمان کے لیے خواہ کوئی خلیفہ ہو یا غیر خلیفہ اُسی طرح اور اُسی معنیٰ میں مولیٰ ہیں جس طرح اور جس معنیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے مولیٰ تھے۔ کوئی امتی اِس سے مستثنیٰ ہے اور نہ ہی کسی عقل مند مومن نے کبھی اِس حقیقت کا انکار کیا ہے۔ کسی ذی شعور مومن سے ایسی توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی کرتے ہوئے سیدنا علی علیہ السلام کے آقا و مولیٰ ہونے کا انکار کر دے۔ اگر واقعی کوئی اِس حقیقت کا منکر ہو تو اُس سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہیں ہوسکتا۔ امام ذہبی عظیم ترین محدث امام اسماعیل بن اسحاق قاضی رحمۃ اللہ علیہم متوفی ۲۸۲ھ کے ترجمہ (حالات) میں اُن کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے

---

(۱) مسند أمير المؤمنين عمر رضی اللہ عنہ بن عبد العزيز ص ۲۷۳؛ حلية الأولياء ج ۵ ص ٣٦٤؛ تقريب البغية للهيثمي ج ۳ ص ۹۰ ح ۳۲۷۱؛ سنن الأصفهاني ج ۲ ص ٥٧٠ ح ٣٥٠٤۔

ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

وَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ عَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

"وہ برباد و نامراد ہوا جس کے سیدنا علی علیہ السلام مولیٰ نہ ہوں"۔(۱)

علیؑ ہر مومن کا ولی

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَنَزَلَ غَدِيْرَ خُمٍّ أَمَرَ بِدَوْحَاتٍ فَقُمِمْنَ ، ثُمَّ قَالَ : كَأَنِّي دُعِيتُ فَأَجَبْتُ ، وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ ، كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا ، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّىٰ يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ مَوْلَايَ وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ ، فَقَالَ : مَنْ كُنْتُ وَلِيُّهُ فَهٰذَا وَلِيُّهُ ، اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ، فَقُلْتُ لِزَيْدٍ : سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ : مَا كَانَ فِي الدَّوْحَاتِ أَحَدٌ إِلَّا رَآهُ بِعَيْنَيْهِ ، وَسَمِعَهُ بِأُذُنَيْهِ.

"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے پلٹے اور "غدیر خم" کے مقام پر اترے اور خیمے صاف کرنے کا حکم دیا تو وہ صاف کردیے گئے، پھر فرمایا: گویا مجھے بلایا گیا

---

(۱) سیر أعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۴۱۔

ہے تو میں نے بلاوا قبول کرلیا ہے اور میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں، ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب،

۲۔ اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔

پس تم غور کرنا کہ ان دونوں چیزوں کے ساتھ برتاؤ میں میرا کتنا لحاظ رکھتے ہو؟ بلاشبہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسری سے جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ دونوں اکٹھے میرے پاس حوض پر آئیں گی۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں، پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس شخص کا میں ولی ہوں تو یہ بھی اُس کے ولی ہیں، اے اللہ! تو اُس شخص سے محبت کر جو علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے اور اُس شخص سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے۔ سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا یہ ارشاد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں (میں بھی اور میرے سوا) جو کوئی شخص بھی خیموں میں موجود تھا اُس نے اپنی دونوں آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اپنے دونوں کانوں سے سنا تھا"۔(۱)

---

(۱) السنن الکبریٰ للنسائي ج۷ص ۳۱۰، ۴۳۶ح ۸۰۹۲، ۸۴۱۰؛ مسند أحمد ج۴ص ۳۷۰ح ۱۹۵۱۷؛ فضائل الصحابة ج۲ص ۸۴۹ح ۱۱۶۷؛ خصائص علي [البلوشي] ص۹۶ح ۷۹؛ مسند البزار ج۳ص ۳۵ح ۷۸۶؛ صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۷۵ح ۶۹۳۱؛ المستدرك ج۳ص ۱۰۸، ۱۰۹ح ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو شیخین (امام بخاری اور امام مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر سکوت اختیار فرمایا ہے۔ علامہ ابواسحاق الحوینی الاثری نے اس کی سند کو مشروط طور پر صحیح کہا ہے، شیخ شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ (قابلِ اعتماد) ہیں اور بخاری و مسلم کے راوی ہیں، ماسوا فطر بن خلیفہ کے اور وہ سچے راوی ہیں، شیخ دانی بن منیر نے کہا: متابعات کے ساتھ اس کی سند صحیح ہے اور شیخ میرین بلوشی نے کہا: صحیح ہے۔(۱)

علی میرے بعد ہر مومن کا ولی

امام نسائی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي.

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے''۔(۲)

---

(۱) کتاب الحلي بتخريج خصائص علي للحويني ص ٨٤؛ خصائص علي[ت البلوشي]ص٩٦ ؛ تحقيق خصائص علي للداني ٧٦۔

(۲) السنن الكبرى للنسائي ج٧ص٣٠٩ ح٨٠٩٠ وص٤٣٢ ح٨٣٩٩ وط: ج٥ص٤٥ ح٨١٤٦ وص١٢٦ ح٨٤٥٣ ؛ مسند أحمد ج٤ ص٤٣٧، ٤٣٨ ح٢٠١٧٠ ؛ فضائل الصحابة ج٢ص٧٤٩ ح١٠٣٥ وص٤٦٨ ح =

امام حاکم نے فرمایا: یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور امام ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں اُن کی موافقت فرمائی ہے اور "سیر أعلام النبلاء" میں امام ترمذی کے غرابت کے قول سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس حدیث کی تحسین کا قول کیا ہے۔ شیخ وصی اللہ بن محمد عباس نے "فضائل الصحابة" کے تینوں مقامات پر اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے، اور شیخ شعیب الارنؤوط نے کہا کہ اس کی سند قوی ہے، اور "خصائص علي رضی اللہ عنہ" کے محقق ابو اسحاق الحوینی الاثری کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دوسرے مقامات پر یہ حدیث ایک قصے کے ساتھ بھی آئی ہے۔ چنانچہ امام نسائی، امام احمد بن حنبل، امام ترمذی اور دوسرے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: جَهَّزَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَيْشًا،

=١٠٦٠ وص٨٠٥ ح١١٠٤؛ صحيح ابن حبان ج٩ص٤١ ح٦٨٩٠ وط: ج١٥ ص٣٧٤: ٦٩٢٩؛ المصنَّف لابن أبي شيبة ج٦ص٣٧٥ ح: ٣٢١١٢؛ مسند البزار ج٩ ص٤٠ ح: ٣٥٥٨؛ مسند أبي يعلىٰ ج١ص١٨٤ ح: ٣٥٠؛ مسند الصحابة للروياني ص٦٢ ح: ١١٩؛ مسند أبي داود الطيالسي ص١١١ ح: ٨٢٩ وط: ج١ص٤٤٤ ح: ٨٦٨؛ المستدرك ج٣ص ١١٠ ح: ٤٦٣٦؛ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم ج٤ ص٣٢١؛ السنة لابن أبي عاصم ج٢ص٧٩٩ ح: ١٢٢١؛ المعجم الكبير ج ١٨ص١٢٨؛ حلية الأولياء ج٦ص٣٢١؛ تاريخ دمشق ج١٧ص٣٤٨ تا ٣٥٠؛ سير أعلام النبلاء ص٦٢٢؛ مشكوة ح: ٦٠٩٠؛ أسد الغابة ج٤ ص١١٦، ١١٧؛ الرياض النضرة ج٤ص١١١؛ الإصابة ج٤ ص٤٦٨۔

وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ ، فَأَصَابَ جَارِيَةً ، فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ ، وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَأُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ ، ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلٰى رِحَالِهِمْ ، فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَلَمْ تَرَ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ قَامَ - يَعْنِي الثَّانِي - فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، ثُمَّ قَامَ الثَّالِثُ ، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْغَضَبُ يُبْصَرُ فِي وَجْهِهٖ ، فَقَالَ: مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ بَعْدِي.

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور اُن پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بعد از جہاد ایک لونڈی حصہ میں آئی اور اُنہوں نے اُسے شرف بخشا تو لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری اور چار شخصوں نے آپس میں طے کیا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ سے ملیں گے تو آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کریں گے، اور مسلمانوں کا معمول تھا کہ جب وہ سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے پھر اپنے اپنے گھروں کی طرف جاتے۔ پس

جب وہ جہاد سے واپس آئے تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام کے لیے حاضر ہوئے اور اُن چار شخصوں میں سے ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! کیا آپ علی بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ اُس نے کیا کیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے چہرۂ اقدس پھیر لیا۔ پھر دوسرا شخص اٹھا تو اُس نے بھی وہی کچھ کہا، پھر تیسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی گفتگو کی، پھر چوتھا کھڑا ہو تو اس نے بھی اُنہیں کی طرح کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُن سب کی طرف توجہ فرمائی اور غصہ کے آثار آپ کے مبارک چہرے پر نمایاں تھے، آپ نے فرمایا: تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے"۔(۱)

---

(۱) السنن الکبری للنسائي ج٧ص ٤٤٠ ح ٨٤٢٠وط: ج ٥ص ١٣٢ ح ٨٤٧٤ ؛ مسند أحمد ج٤ ص٤٣٧، ٤٣٨ ح ٢٠١٧٠ ؛فضائل الصحابة ج٢ ص٧٤٩ ح١٠٣٥ وص٤٦٨ ح١٠٦٠ وص٨٠٥ ح١١٠٤ ؛ جامع الترمذي ص٨٤٥ ح٣٧١٢ ؛ صحيح ابن حبان ج١٥ ص٣٧٤ ح٦٩٢٩ ؛المصنَّف لابن أبي شيبة ج٦ ص٣٧٥ ح٣٢١١٢ ؛ مسند البزار ج٩ ص٤٠ ح٣٥٥٨ ؛ مسندأبي يعلیٰ ج١ ص١٨٤ ح٣٥٠ وط: ج١ ص٢٩٣ ح٣٥٥ ؛ مسندالصحابة للروياني ص٦٢ ح١١٩ ؛ مسندأبي داود الطيالسي ص١١١ ح٨٢٩ وط: ج ١ ص٤٤٤ ح٨٦٨ ؛ المستدرك ج٣ص ١١٠ ح٤٦٣٦ ؛ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم ج٤ ص٣٢١ ؛ السنة لابن أبي عاصم ج٢ ص٧٩٩ ح١٢٢١ ؛ المعجم الكبير ج١٨ ص١٢٨۔

شیخ البانی، علامہ ابواسحاق الحوینی اور شیخ دانی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔(۱)

میرے بعد تمہارا ولی علی

یہ حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے اور اُس میں سیدنا علی علیہ السلام کے بارے میں الفاظ ہیں "هُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِيْ" (وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے) چنانچہ امام نسائی، امام احمد اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ مَعَ خَالِدِ بْنِ وَلِيْدٍ ، وَبَعَثَ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ عَلٰى جَيْشٍ آخَرَ ، وَقَالَ إِنِ الْتَقَيْتُمَا فَعَلِيٌّ عَلَى النَّاسِ ، وَإِنْ تَفَرَّقْتُمَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا عَلٰى جُنْدِهِ ، فَلَقِيْنَا بَنِي زَبِيْدَ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ، وَظَهَرَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ ، فَقَاتَلْنَا الْمُقَاتَلَةَ وَسَبَيْنَا الذُّرِّيَةَ ، فَاصْطَفٰى عَلِيٌّ جَارِيَةً لِنَفْسِهِ مِنَ السَّبْيِ ، فَكَتَبَ بِذٰلِكَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَمَرَنِيْ أَنْ أَنَالَ مِنْهُ ، قَالَ : فَدَفَعْتُ الْكِتَابَ إِلَيْهِ وَنِلْتُ مِنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقُلْتُ : هٰذَا مَكَانَ

---

(۱) سنن الترمذي [ت الألباني] ص ۸۴۲ ح ۳۷۱۲؛ صحيح سنن الترمذي للألباني ج۳ ص ۵۲۱ ح ۳۷۱۲؛ السلسلة الصحيحة ج ۵ ص ۲۶۱ ح ۲۲۲۳؛ كتاب الحلي بتخريج خصائص علي لِلحويني ص ۹۲؛ خصائص علي بتحقيق الداني ص ۷۹ ح ۸۹۔

الْعَائِذِ، بَعَثْتَنِي مَعَ رَجُلٍ، وَأَمَرْتَنِي بِطَاعَتِهِ، فَبَلَّغْتُ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقَعَنَّ يَا بُرَيْدَةُ فِي عَلِيٍّ، فَإِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِي.

"حضرت عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خالد بن ولید کی قیادت میں یمن بھیجا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایک اور لشکر پر امیر مقرر فرما کر بھیجا اور حکم فرمایا کہ اگر دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں تو پھر تمام لوگوں کے قائد علی کرم اللہ وجہہ ہوں گے، اور اگر اکٹھے نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک اپنے لشکر کا قائد ہوگا۔ پس یمن کے علاقہ بنو زبید کے مقام پر ہم جمع ہو گئے اور مسلمانوں کو مشرکین پر غلبہ اور فتح حاصل ہوئی۔ ہم نے خوب جہاد کیا تھا اور عورتوں کو قیدی بھی بنایا تھا، ان قیدیوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی کو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی طرف لکھا اور مجھے حکم دیا کہ میں وہ خط حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں اور علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کروں۔ سو میں نے آپ کو وہ خط پیش کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر آثارِ غضب نمایاں ہوئے تو میں نے کہا: یہ پناہ مانگنے کا مقام ہے، آپ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا اور مجھے اس کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا، پس میں نے تو وہ کچھ پہنچایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بریدۃ! علی کی برائی میں ہرگز دلچسپی

نہ لو! بلاشبہ علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے"۔(۱)

"مِنْ بَعْدِيْ" میں لفظ "بَعْدِيْ" پر اشکال

"هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِيْ" اور "هُوَ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِيْ" میں جو لفظ "بَعْدِيْ" آیا ہے اِس کی وجہ سے نواصب وغیرہ ہر دور میں مضطرب رہے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اہلِ تشیع نے لفظ "بَعْدِيْ" سے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت اُولیٰ بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی تو سنی لوگوں نے دفاعی نقطۂ نظر سے لفظ "بَعْدِيْ" کا انکار کر دیا اور اِس لفظ کو زائد اور حدیث پر اضافہ قرار دے دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اور شیخ عبدالرحمان مبارکپوری صاحبِ "تحفة الأحوذي" وغیرہ نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ ہمارے نزدیک ایسی تمام تر گفتگو شیعہ کے استدلال سے بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ یہ تو فقط لفظ "بَعْدِيْ" کا معاملہ ہے، کچھ لوگوں نے تو اِن دونوں حدیثوں کو ہی اُڑانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ اِن کی سند تو شیخین کی شرائط کے مطابق صحیح ہے مگر ان میں بعض راوی شیعہ ہیں۔ بعض پرجوش سنیوں تو اِس سے بھی زیادہ بہادری دکھانے کی کوشش میں یہاں تک لکھ مارا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں فقط دو ہی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

---

(۱) السنن الكبرى للنسائي ج۷ص ٤٤١ ح٨٤٢١ ؛ مسند أحمد ج٥ ص ٣٥٦ وط: ج٧ص ٦٣٥ ح٢٣٤٠٠ ؛ فضائل الصحابة ج٢ص٨٥٦ ح ١١٧٥ ؛ مسند البزار ج١٠ ص٢٨٣ ح ٤٣٩١ ؛ كشف الأستار ج٣ص ٢٠٠ ؛ البداية والنهاية ج٧ص ٥٧٠ ؛ السلسلة الصحيحة ج٥ ص ٢٦١، ٢٦٢، ٢٦٣۔

''ابن حزم نے کہا: فضائل علی میں ایک یہ حدیث صحیح ہے ''أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' اور دوسری یہ حدیث ''لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ.''(۱)

شاباش! یہ کیا نہ کام! نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، لیکن حیرت ہے کہ علامہ ابن تیمیہ نے کس طرح بلا جھجک ابن حزم کے یہ الفاظ نقل کر دیے؟ جبکہ اُن کے امام اور امام اہل سنت امام احمد بن حنبل اور اہلِ سنت کے دوسرے تمام معتمد و معتبر ائمہ ومحدثین رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ جس قدر صحیح اور جید اسناد کے ساتھ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث آئی ہیں اتنی کسی دوسرے صحابی کی شان میں نہیں آئیں۔ چنانچہ فقط ''خصائص علي علیہ السلام'' میں احمد میرین البلوشی کی تحقیق سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (۱۹۴) احادیث درج فرمائی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ اُن میں سے اکثر کی سند جید (عمدہ) ہے، لہٰذا خود انصاف فرمایئے کہ دو کے علاوہ باقی تمام احادیث کی صحت کی نفی کرنا کہاں کی دین داری اور کیسی دیانت داری ہے؟

راقم الحروف کی ناقص فکر کے مطابق اس سلسلہ میں شیعہ اور سنی دونوں انتہا پسندی (یعنی افراط و تفریط) کا شکار ہیں۔ شیعہ حضرات اس قسم کی احادیثِ طیبہ سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ایسی خلافتِ بلافصل کا دعویٰ کرتے ہیں جس سے خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتِ راشدہ باطل قرار پاتی ہے، جبکہ نام نہاد سنی سرے سے ایسی احادیثِ صحیحہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں، نہ صرف یہ کہ احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ شیعہ کی تردید میں تنقیصِ علی رضی اللہ عنہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. کیا اسی بوکھلاہٹ

---

(۱) مجموعة الفتاوى لابن تيمية ج٤ ص٢٥٦۔

کا نام ایمان ہے؟ کیا شانِ مرتضوی علیہ السلام میں واردشدہ احادیثِ صحیحہ کا انکار کرنا یا اُن کی بے تکی اور بھونڈی تاویلات کرنا ہی سنیت ہے؟

لفظ ''بَعْدِيْ'' کو اُڑانا یا اُسے اضافہ قرار دینا خدمتِ دین نہیں بلکہ اس کا کوئی صحیح محمل بیان کرنا دین کی خدمت ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ''هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِيْ'' سے اگر خلافتِ ظاہری ثابت نہیں ہوتی تو آخر اس ارشادِ نبوی ﷺ کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟

اللہ مولیٰ اور ولی، مصطفیٰ مولیٰ اور ولی، مرتضیٰ مولیٰ اور ولی

تحقیق ومطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور اِن جیسی دوسری تمام احادیث میں سیدنا علی علیہ السلام کی روحانی اور باطنی خلافت ونیابت کی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ مولیٰ اور ولی ہے اور اُس نے اپنی ولایت کی شان یوں بیان فرمائی ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ.

''اللہ ولی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے، نکالتا ہے وہ اُنہیں تاریکیوں سے نور کی طرف''۔ [البقرة: ۲۵۷]

چونکہ نبی کریم ﷺ بھی ہر مومن کے مولیٰ اور ولی ہیں، اس لیے یہ کام آپ بھی کرتے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ.

''عظیم الشان کتاب ہم نے اُتاری ہے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف''۔ [إبراهيم: ۱]

اور چونکہ سیدنا علی علیہ السلام بھی ہر مومن کے مولیٰ اور ولی ہیں اس لیے یہ کام وہ

بھی کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ فقط وہی باب الحکمۃ،باب العلم اورقرآن ناطق قرار پائے،اورفقط اُنہی کے لیے فرمایا گیا کہ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اورقرآن اُن کے ساتھ ہے۔ثقلین میں سے دوسرے ثقل اکبر کے امام بھی وہی ہیں،قرآن مجید کے ظاہر کے ساتھ ساتھ اُس کے باطن کا عالم بھی اُنہی کو کہا گیا ہے اور جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم لدنی کے بڑا عالم بھی اُنہی کو کہا گیا ہے،جیسا کہ عنقریب اُن کی شان میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مبارک قول آرہا ہے۔اِن وجوہات کی بنا پر یہ سمجھنا حقیقت پر مبنی ہے کہ اللہ اوراُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل سے وہ بھی لوگوں کوتاریکیوں سے نورکی طرف نکالتے ہیں۔آیئے!اِس سلسلے میں بعض جلیل القدرصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ملاحظہ فرمایئے۔علامہ ابن زنجویہ رازی لکھتے ہیں:

”ایک شخص نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی،اس وقت وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا: اے ابوالحسن! اٹھیے!اوراپنے مدعی کے برابر کھڑے ہوجایئے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُٹھ کراپنے مدعی کے برابر کھڑے ہوگئے،تھوڑی سی بحث وتکرار کے بعد مدعی کا مقدمہ غلط ثابت ہوگیا توسیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی نشست پر جابیٹھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے چہرۂ اقدس میں ناگواری کے آثارمحسوس فرمائے تو پوچھا: یاابا الحسن!میں آپ کے چہرہ پرناگواری محسوس کررہا ہوں،کیا آپ کو کوئی بات ناگوارگزری؟ فرمایا: یاامیر المومنین ہاں، پوچھا کیا؟فرمایا: آپ نے مجھے میرے مدعی کے سامنے کنیت کے ساتھ پکارا (اور یہ انداز تعظیم پر دلالت کرتا ہے) آپ نے یوں کیوں نہ کہا:”قُـم یـا

عَلِيٌ! فَاجْلِسْ مَعَ خَصْمِکَ؟" اے علی اٹھئے! اپنے مدعی کے ساتھ بیٹھئے! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کو پکڑ کر اُن کی مبارک پیشانی کو چوما اور عرض کیا: "بِأَبِي أَنْتُمْ هَدَانَا اللّٰهُ ، وَبِكُمْ أَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ" (میرے ماں باپ قربان جائیں، تم لوگ ہی ہو جن کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور تمہارے ہی ذریعے ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا)"۔(۱)

جب سیدنا امام حسین علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ میرے بابا کے منبر سے اُتر جائیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے سامنے بھی اِسی حقیقت کا اظہار اِن الفاظ میں کیا تھا:

وَهَلْ أَنْبَتَ عَلٰى رُؤُوْسِنَا الشَّعْرَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ أَنْتُمْ ! وَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ.

"ہمارے سروں پر بال (عظمت سے کنایہ) نہیں اُگائے مگر اللہ جل جلالہ نے پھر تم نے اور اُنہوں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا"۔(۲)

---

(۱) مختصر کتاب الموافقة ص ۱۵۵، ۱۵٦؛ المناقب للخوارزمي ص ۹۸۔

(۲) سير أعلام النبلاء ج۳ ص ۲۸۵؛ تاريخ بغداد ج۱ ص ۱۵۱، ۱۵۲؛ تاريخ دمشق ج۱٤ ص ۱۷٦ وج ۳۰ ص ۳۰۷؛ مختصر تاريخ دمشق ج۷ ص ۱۲۷؛ التحفة اللطيفة للسخاوي ج۱ ص ۲۹۵؛ جواهر العقدين للسمهودي ص ۳۷۸، ۳۷۹؛ الصواعق المحرقة ص ٤۹۲؛ رشفة الصادي ص ۱۵۵؛ علموا أولادكم محبة آل بيت النبي ص ۱۳۷۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے: اس واقعہ کی سند صحیح ہے۔(۱)

اللہ کا کام کوئی دوسرا کیونکر کرسکتا ہے؟

شاید کوئی وافر عقل والا انسان اِس شش و پنج میں پڑجائے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ظلمات سے نور کی طرف نکالتے ہیں اور سیدنا علی علیہ السلام بھی ظلمات سے نور کی طرف نکالتے ہیں؟ تو جناب اِس کو یوں سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذی روح مخلوق کو موت سے ہمکنار کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے، جیسا کہ سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۲ میں مذکور ہے، پھر یہی کام ملک الموت بھی کرتا ہے، جیسا کہ سورۃ الٓمٓ السجدۃ کی آیت نمبر ۱۱ میں مذکور ہے اور پھر یہی کام دوسرے فرشتے بھی کرتے ہیں، جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۷، اور سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیت نمبر ۲۷ میں مذکور ہے۔

دیکھئے! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا خود کو بھی شاھد کہا ہے، فرشتوں کو بھی شاھد کہا ہے اور اہل علم کو بھی شاہد کہا ہے۔ اسی طرح وہ ذات کائنات کے ذرے ذرے کو جانتی ہے اور انسانوں کے سینوں میں چھپے ہوئے خیالات کو بھی جانتی ہے لیکن اِس کے باوجود اُس نے ہر انسان کے کندھوں پر دو دو کاتب بھی بٹھار کھے ہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بعض کاموں میں اپنے بندوں کو بھی شامل فرمالیتا ہے۔ اسی لیے اُس نے قرآن مجید میں خود کو بھی زمین و آسمان کے امور کی تدبیر کرنے والا فرمایا ہے جیسا

---

(۱) الإصابۃ ج۲ ص٦٩؛ تاریخ الخلفاء، دار المنهاج، ص ۲٥۳، وط: دار ابن حزم ص ١١٦۔

کہ سورۃ یونس آیت نمبر ۳ میں اور سورۃ الٓمٓ السجدۃ آیت نمبر ۵ میں مذکور ہے اور پھر یہی نسبت اُس نے اپنی مخلوق کی طرف بھی فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا. [النازعات: ۵]

''پھر قسم ہے کام کی تدبیر کرنے والوں کی''۔

سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے مادی امور کی انجام دہی کے لیے مُدَبِّرَاتُ الْاَمْر پیدا فرمائے ہیں اِسی طرح اُس نے روحانی اُمور کے لیے بھی مُدَبِّرَاتُ الْاَمْر پیدا فرمائے ہیں۔ فی الجملہ یہ کہ تمام مومنین و مومنات کے لیے سیدنا علی علیہ السلام کی ولایت کا معنیٰ یہ ہے کہ اُن کی ولایت کے بغیر کوئی بندہ مومن ہی نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھئے! بنی نوع انسان میں سے کسی بندے کا شرف اُس کے مومن ہونے میں ہے، لہٰذا اگر کوئی بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اپنا ولی اور مولیٰ مانے اور اُن دونوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا تو تسلیم کرے مگر علی کو اپنا ولی اور مولا نہ مانے اور اُنہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا نہ مانے تو وہ اُس شخص کی طرح ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو تو شہید (گواہ) ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ......﴾ مانے ہو مگر ملائکہ اور اولوا العلم کا منکر ہو۔ سو جب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سیدنا علی کو تمام مومنین کا مولیٰ اور ولی بنایا ہے تو لامحالہ اُنہیں اپنا ولی اور مولیٰ ماننا ہوگا ورنہ انسان بظاہر تو انسان نظر آئے گا مگر حقیقۃً شرفِ انسانیت محروم ہوگا۔ شرفِ انسانیت بندہ کے مومن ہونے میں ہے اور جو بندہ ولایتِ خداوندی اور ولایتِ مصطفوی کے ساتھ ساتھ عملی ولایتِ مرتضوی کا قائل نہ ہو تو وہ کسی اور شرف سے تو کیا شرفِ ایمان سے ہی محروم رہ جاتا ہے۔ اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَا يَتِمُّ شَرَفٌ إِلَّا بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ.

''جان لو! بلاشبہ ولایتِ علی رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی شرف پورا نہیں ہوتا''۔(۱)

قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِكُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ ، وَلِكُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ وَ لِكُلِّ حَدٍّ مُطَّلَعٌ.

''قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، اس کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کی ایک حد ہے اور ہر حد کے لیے ایک مُطَّلَع ہے''۔(۲)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن کا ایک ظاہر ہے اسی طرح قرآن کا ایک باطن بھی ہے۔قرآن مجید کا باطن کن پر عیاں ہوتا ہے اور وہ اُس کے باطن سے کیا کچھ نکال سکتے ہیں؟اِس کا کچھ نمونہ جاننے کے لیے ہماری کتاب ''أنوار

---

(۱) الصواعق المحرقة لابن حجر مكي ص١٧٨ ؛ جواهر العقدين للسمهودي ص ٣٨١ ؛ رشفة الصادي لأبي بكر الحضرمي ص ١٥٢۔

(۲) المعجم الكبير ج١٠ ص ١٠٥، ١٠٦ ح ١٠١٠٧ ؛ فضائل القرآن لابن سلّام ص ٤٢، ٤٣ ؛ جامع البيان ج١ ص ٢٥ ؛ شرح مشكل الآثار ج٨ ص ١٠٩ ح ٣٠٩٥ ؛ مسند أبي يعلىٰ ج٩ ص ٨٠، ٨١ ح ٥١٤٩ ؛ شرح السنة ج١ ص ٢٦٢ ح ١٢٢ ؛ مشكاة المصابيح ج١ ص ٨٠ ح ٢٣٨ ؛ مجمع الزوائد ج٧ ص ٣١٦، ٣١٨ ح ١١٥٧٩، ١١٥٨٤ ؛ الجامع الصغير ح ٢٧٢٧۔

العرفان في أسماء القرآن‘‘ میں اسم ’’التفسیر‘‘ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں ہم اِس حدیث کے راوی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ جاننا چاہیں گے کہ اُنہوں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث تو سن لی، آیا اُنہیں اُن کی زندگی میں کوئی ایسا بندہ بھی ملا جس کے پاس قرآن کے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی ہوں؟ ہاں اُنہیں ایسا بندہ ملا تھا، وہ کون تھا؟ آیئے خود اُن سے سنیے۔

مرتضوی علمِ باطنی میں مشاہدۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

بندہ جب ایسی بات سنے تو یقیناً اُس کے دل میں آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اُس پر بھی باطنی علوم آشکار ہوں ورنہ اُسے وہ بندہ معلوم ہو جائے جو اِن علوم کا امین ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اُنہیں جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قرآنی علومِ باطنیہ کا عالم اور ماہر کون ملا؟ اِس سلسلے میں وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا مشاہدہ یوں بیان فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، مَا مِنْهَا حَرْفٌ إِلَّا لَهُ ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ، وَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ.

’’بے شک قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا، اُن میں سے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اُس کا علم ظاہر اور باطن دونوں ہیں‘‘۔(۱)

---

(۱) حلية الأولياء ج۱ ص ۱۰۵، وط: ج۱ ص ۶۵؛ تقريب البغية للهيثمي ج۳ ص ۸۶ ح ۳۲۵۷؛ تاريخ دمشق ج۴۲ ص ۴۰۰؛ مختصر تاريخ دمشق ج۱۸ ص ۲۳؛ الجواهر الحسان ج۱ ص ۳۵؛ الإتقان ج۲ ص ۴۶۶؛ البرهان الجلي ص ۷۱، ۷۲۔

مشاہدۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تائید میں احادیث

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس مشاہدہ کی تائید مشہور ترین دو حدیثوں "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا، اور "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" سے بدرجۂ اتم ہو جاتی ہے، بلاشبہ علم باطن میں جو مقام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ اُن کی خصوصیت ہے۔

چنانچہ امام الاولیاء والاصفیاء سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ ، لَوْلَا أَنَّهُ اِشْتَغَلَ بِالْحُرُوْبِ لَأَفَادَنَا مِنْ عِلْمِنَا هٰذَا مَعَانِيَ كَثِيْرَةً ، ذَاكَ اِمْرُؤٌ أُعْطِيَ عِلْمَ اللَّدُنِّيِّ .

"امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، اگر وہ جنگوں میں مشغول نہ ہوتے تو ہمیں ہمارے اِس علم میں معانی کثیرہ سے فیض یاب فرماتے، وہ ایک ایسے مرد تھے جنہیں علم لدنی عطا کیا گیا تھا"۔(۱)

مشہور عارف ابو النصر عبداللہ بن علی السراج الطّوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۸ھ) لکھتے ہیں:

وَلِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ خَصُوْصِيَةٌ مِنْ بَيْنِ جَمِيْعِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَعَانِي جَلِيْلَةٍ ، وَإِشَارَاتٍ لَطِيْفَةٍ وَأَلْفَاظٍ مُّفْرَدَةٍ ، وَعِبَارَةٍ وَبَيَانٍ لِلتَّوْحِيْدِ وَالْمَعْرِفَةِ وَالْإِيْمَانِ وَالْعِلْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ .

---

(۱) رسائل الجنيد ص ۲٦٢ ؛ اللمع ص ۱۲٤ ؛ القول المستحسن ص ۲٤٠۔

"امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے واضح معانی، لطیف اشارات، نادر الفاظ وعبارات، توحید و معرفت اور ایمان و علم وغیرہ کے بیان میں خصوصیت حاصل تھی"۔ (۱)

راقم الحروف نے جواو پر عرض کیا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی مشہور ترین دو حدیثوں "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا، اور "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" سے تائید ہوتی ہے، اسی کو علامہ مختار بن احمد فال تجانی شنقیطی نے یوں لکھا ہے:

وَقَدْ أَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى عِلْمِ الْبَاطِنِ بِقَوْلِهٖ "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا " كَمَا أَشَارَ إِلٰى عِلْمِ الظَّاهِرِ بِقَوْلِهٖ " أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا.

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمِ باطن کی طرف اپنی اِس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں، جیسا کہ آپ نے علمِ ظاہر کی طرف اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"۔ (۲)

قولِ ابن مسعود اور خلافتِ باطنی

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی جہاں مشہور ترین دو حدیثیں "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" اور "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" تائید فرماتی ہیں وہیں یہ دونوں حدیثیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایتِ باطنی بھی ثابت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ قرآن

---

(۱) اللمع في تاريخ التصوف ص ١٢٤۔

(۲) رسالة البيان والتبيان في أن الصوفية مذهبها السنة والقرآن ص ٧٣۔

کریم کے باطنی علوم کا مرکز سینہ ہے اور سینے کا علم سینہ بہ سینہ چلتا ہے اور اسی کو معرفت، ولایتِ باطنیہ، خلافتِ باطنیہ، قطبیتِ باطنیہ اور عشقِ حقیقی کہا جاتا ہے۔اس حقیقت کو بعض شعراء نے کیا ہی خوبصورت انداز میں سمجھایا ہے۔

جو آگ کی خاصیت وہی عشق کی خاصیت

اک خانہ بخانہ ہے، اک سینہ بسینہ ہے

اور اب تک یہ ولایتِ باطنی مرتضوی سینہ مبارک سے سینہ بسینہ چل رہی ہے، کوئی صحیح اور سچا مسلمان ایسا نہیں جو اس سلسلے میں سیدنا علی المرتضٰی علیہ السلام سے بے نیاز ہو اور وہ اُس کے ماویٰ، ملجا اور مولیٰ نہ ہوں۔ عام مسلمان تو کیا تمام روحانی سلاسل کے ماویٰ وملجا بھی سیدنا علی مرتضٰی علیہ السلام ہی کی ذات پاک ہے۔چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

> درباب تصوف بحرے بود بغایت وسیع ' اما اشتغال او در ایامِ خلافت بحروب اورا رضی اللہ عنہ ازتفصیل آں باز داشت۔ قال الجنید رحمہ اللّٰہ: شیخنا فی الأصول و البناء علي المرتضی رضی اللہ عنہ.
>
> ”تصوف میں وہ ایک انتہائی وسیع سمندر تھے لیکن انہیں اُن کے ایامِ خلافت میں لڑائیوں نے اس کی تفصیل سے مشغول رکھا۔حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصول وبناء (روحانیت کی بنیاد) میں ہمارے شیخ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں“۔(۱)

---

(۱) إزالة الخفاء ج٤ ص٢٠٥؛ کشف المحجوب فارسي ص٧٢، وط: ص٨٧؛ القول المستحن للمولانا أحسن الزمان حیدر آبادي ٢٤٠۔

خلافتِ ظاہری یا باطنی کے علاوہ کوئی اور صورت؟

نبی کریم ﷺ کے حسبِ ذیل ارشادات:

۱۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

۲۔ مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهٰذَا وَلِيُّهُ.

۳۔ هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي.

٤۔ هُوَ وَلِيُّكُم بَعْدِي.

سے شیعہ لوگ ظاہری خلافتِ بلافصل مراد لیتے ہیں لیکن سنی لوگ اِس کا انکار کرتے ہیں۔ اہل معرفت اور صوفیہ نے اِن دونوں کے درمیان ایک معتدل اور قابل قبول معنیٰ بتایا ہے، اور وہ یہ کہ اِس سے خلافت باطنی بلافصل مراد ہے لیکن اِس قول پر وہ ناصبی لوگ آگ بگولا ہوجاتے ہیں جو سنیوں میں گھسے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: خلافت یا ولایتِ باطنی میں بھی سیدنا علی علیہ السلام کا نمبر چوتھا ہے۔ علماء حق کے نزدیک نواصب کے اِس قول کی ارشاداتِ نبویہ ﷺ کے ساتھ کھلواڑ کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں۔ اِس سلسلے میں صاحب "القول المستحسن" نے بہت خوب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" کے معنوی اطلاقات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ لَمَّا اِمْتَنَعَ حَمْلُ الْوِلَايَةِ عَلَى الْوِلَايَةِ الظَّاهِرَةِ تَعَيَّنَ حَمْلُهَا عَلَى الْوِلَايَةِ الْبَاطِنَةِ ، إِذْ لَا ثَالِثَ الْبَتَّةَ.

"اور جب ولایت کو ولایت کے ظاہری معنی پر محمول کرنا ممنوع ہے تو وہ ولایت باطنی پر محمول ہوگی، کیونکہ تیسرا معنی نہیں ہوسکتا"۔ (۱)

---

(۱) القول المستحن في فخر الحسن ص ۳۲۸۔

ولایت کاماٗویٰ وملجا مولیٰ مرتضیٰ

چونکہ سید المرسلین ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہی حق میں فرمایا کہ وہ ہر مسلمان کے مولیٰ ہیں اس لیے ہر مسلمان کو حسبِ استعداد ولایتِ باطنی اُن ہی سے پہنچتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام کے تمام سلاسل اُن ہی سے فیض یافتہ ہیں۔

چنانچہ اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی لکھتے ہیں:

قُلْتُ : وَأَكْثَرُ النَّاسِ حُبًّا لَهُ وَكَرَامَةً لَهُ ، أَهْلُ السُّنَّةِ عُمُوْمًا ، وَأَعْظَمُهُمْ اِنْتِسَابًا إِلَيْهِ وَتَعَلُّقًا بِهِ ، الصُّوفِيَةُ الصَّافِيَةُ الْكِرَامُ الْبَرَرَةُ ، فَإِنَّ سَلَاسِلَهُمْ جَمِيعًا ، إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ ، تَنْتَهِي إِلَيْهِ رضی اللہ عنہ.

’’میں کہتا ہوں: اہل سنت کے عوام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت میں تمام لوگوں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں، اور مقرب نیکوکار اور خالص صوفیہ اُن کے ساتھ نسبت اور تعلق میں سب سے بڑھ کر ہیں، پس سب کے سب سلاسل کی انتہا اُن ہی کی طرف ہوتی ہے، الا ماشاء اللہ‘‘۔(۱)

کیا کوئی سلسلہ فیضِ مرتضوی سے بے نیاز ہے؟

نواب صدیق حسن خان کی عبارت میں إلا ما شاء الله ‘‘ کے الفاظ سے جو استثنا محسوس ہوتا ہے وہ درست نہیں، کیونکہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْحِرَالِيُّ : سِلْسِلَةُ أَهْلِ الطَّرِيْقِ تَنْتَهِي مِنْ كُلِّ وَجْهٍ مِنْ

---

(۱) الدين الخالص للقنوجي ج۳ص ۳۰۵۔

جِهَةِ الْمَشَايِخِ وَالْمُرِيْدِيْنَ إِلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ فَجِهَاتُ طُرُقِ الْمَشَايِخِ تَرْجِعُ عَامَّتُهَا إِلٰى تَاجِ الْعَارِفِيْنَ أَبِي الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ، وَبِدَايَةُ أَبِي الْقَاسِمِ أَخَذَهَا مِنْ خَالِهِ السَّرِيِّ، وَالسَّرِيُّ ائْتَمَّ بِمَعْرُوْفٍ، وَكَانَ مَعْرُوْفٌ مَوْلٰى عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا وَعَنْ آبَائِهِ فَرَجَعَ الْكُلُّ إِلٰى عَلِيٍّ، أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ.

''امام حرالی (علی بن احمد بن حسن تجیبی متوفی ۶۳۷ھ) فرماتے ہیں: اہلِ طریقت کے سلسلے کی انتہا مشائخ ومریدین کی ہر جہت سے اہل بیت پر ہوتی ہے۔ پس اکثر مشائخ کی جہتوں کے سلسلے تاج العرفاء ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لوٹتے ہیں، اور ابو القاسم کا آغاز اُن کے ماموں شیخ سری رحمہ اللہ سے ہوا، اور سری رحمہ اللہ نے معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی، اور حضرت معروف جو کہ سیدنا علی بن موسیٰ رضا کے غلام ہیں نے اُن سے اور اُن کے آباء کرام علیہم السلام سے فیض لیا، پس یہ سب سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتے ہیں اور یہی ''حِزْبُ اللّٰہ'' جماعتِ الٰہی ہے''۔(۱)

مشہور یمنی محدث سید احمد بن محمد بن صدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔(۲)

---

(۱) فیض القدیر ج۳ ص ۴۵۹، وط: ج۶ ص ۳۰۹۹ ح ۳۹۶۷۔

(۲) البرهان الجلي في تحقيق انتساب الصوفية إلىٰ سيدنا علي ص ۶۵۔

کنیتِ ابوتراب پر بعض عرفاء کی نکتہ آفرینی

بعض عرفاء کرام نے اسی حقیقت کو سیدنا علی علیہ السلام کی مشہور کنیت "أبو تر اب" سے بھی مستنبط کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کنیت پر فارسی زبان میں ایک نظم تحریر فرمائی تھی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح سفر السعادۃ" میں وہ نظم بھی نقل فرمائی ہے اور اُس کی تسہیل بھی فرمائی ہے، یہاں ہم بغرض اختصار اُس تسہیل کو نقل کر رہے ہیں، شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض اهل تحقیق از اربابِ تصوف را دریں اسم اشارتهائے دقیق ومعاني بلیغ ست، که دلالت بر کمال رتبه ونهایت فضیلت او دارد، تراب را اشارت بوجود اهل توحید وفنا دارند، پس حاصل معنیٰ ابوتراب آن شود که وے رضی اللہ عنہ اصل ومقتدا وامام ومرجع طائفه فقراء وارباب فنا واهل کمال است، چنانچه منتهائے سلاسل مشائخ طریقت بذاتِ شریف اوست۔

"اہل تصوف میں سے بعض ارباب تحقیق نے اس کنیت کی روشنی میں دقیق اشارے اور بلیغ معانی بیان کیے ہیں۔ کہا ہے کہ یہ کنیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے رتبہ کے کمال اور اُن کی انتہائی فضیلت پر دلالت کرتی ہے، اربابِ تصوف تراب (مٹی) کو اہل توحید وفنا کے وجود سے تعبیر کرتے ہیں، لہٰذا ابوتراب کا لب لباب یہ ہوا کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ طبقۂ فقراء، اربابِ فنا اور اہل کمال کی اصل، اُن کے پیشوا اور امام ہیں، یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت کے سلاسل کی انتہا اُن

ہی کی ذات شریفہ پر ہوتی ہے"۔(۱)

مشہور محدث سید احمد غماری نے بھی حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہما کی کتاب "المثوی" کے حوالے سے اسی طرح لکھا ہے۔(۲)

اہل بیت سے غیر وابستہ فیضیاب کیونکر؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص بظاہر اہل بیت سے وابستہ نہ ہو، گو منکر بھی نہ ہو تو اسے یہ فیض کیسے ملتا ہے؟ اس کا جواب شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی درجِ ذیل عبارت میں موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:

ومعنیٰ قطبیت باطنہ آنست کہ حق تعالیٰ بعضی بندگان خود را مخصوص سازد کہ مہبط فیض الٰہی اولاً بالذات ایشان باشند، واز ایشاں بدیگراں منتقل شود، گو بظاہر کسی تلمذ واکتساب از ایشاں نہ کردہ باشد، مانند آنکہ شعاع آفتاب از راہ روزنی درخانہ بیفتد، پس اولاً آن روزن روشن شدہ وبواسطہ آن تمام اشیائی خانہ روشن شود، ایں را قطب ارشاد نیز نامند۔

"قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما دیتا ہے کہ فیض الٰہی اوّلاً اور بالذات اُس پر نازل ہوتا ہے، پھر

---

(۱) شرح سفر السعادت فارسي ص ۳۸۸؛ تذکرۂ مشائخ قادریہ وسادات اُوچ شریف للملا برخوردار ملتاني ص ۷۲۔

(۲) البرهان الجلي في تحقيق انتساب الصوفية إلیٰ علي ص ۶۹۔

اُس سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بہ ظاہر کوئی اُن سے کسب فیض نہ کرے، جیسے سورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اولاً وہ روشندان روشن ہوگا اور اس کے واسطہ سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی، اس کو قطبِ ارشاد بھی کہتے ہیں"۔(۱)

بعض متشددین کی تردید میں یہ بات علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے بھی بیان کی ہے۔(۲)

اگر یہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ قول سامنے رکھا جائے جو انہوں نے سیدنا علی علیہ السلام کو عرض کیا تھا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعے ہمیں ہدایت دی اور تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا" تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے گی۔

کیا اہل بیت میں قطبیت کا نظریہ یہودیت کی مانند ہے؟

خلافتِ باطنی اور ولایتِ باطنی کو قطبیت باطنیہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور علماء وصوفیہ کرام نے لکھا ہے کہ اس نعمت کے امین سیدنا علی المرتضیٰ اور اُن کی اولادِ مقدسہ رضی اللہ عنہم ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ اسی لیے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فقط چھ ماہ خلافت سنبھالی کیونکہ اس کے بعد کاٹنے والی ملوکیت کا دور شروع ہونے والا تھا، لیکن افسوس کہ بعض نام نہاد سنیوں نے اِس بات کو رافضیت اور یہودیت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) فتاوی عزیزي فارسي ص ۱۲۹۔

(۲) البریلویة کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۵۱۔

''سادساً ولایت میں افضلیت اور یکتائی کو اولادِ امجاد میں قطبیت کے اجراء کا سبب قرار دینا بھی عجیب رافضیانہ بلکہ یہودیانہ حرکت ہے۔ہم نے اسے رافضیانہ حرکت کیوں کہا اور یہودیانہ حرکت کیوں کہا؟ خرد ومطالعہ باید''۔(۱)

آیئے! جائزہ لیتے ہیں کہ اِس سلسلے میں اہل سنت کے علماء،عرفاء اور صوفیہ کرام کیا فرماتے ہیں۔

اہل بیت میں ولایت وقطبیت پر کلامِ علماء وعرفاء

بعض نواصب اور حقیقی تصوف وصوفیہ سے بے خبر لوگوں کو یہ حقیقت سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن اہل حق علماء کرام نے اپنے اپنے انداز میں اس حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے، بیان بھی کیا ہے اور اس کی حکمت بھی واضح فرمائی ہے۔سطورِ ذیل میں ہم چند علماء وعرفاء کرام کی تصریحات پیش کررہے ہیں۔

امام سمہودی اور شیخ ابوبکر الحضرمی کا کلام

امام سمہودی اور شیخ ابوبکر الحضرمی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

وَقَدُ أُعُطِيَ إِبُرَاهِيمُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيُهِ أَنُبِيَاءَ مِنُ أَهُلِ بَيُتِهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيُهِمُ وَأَكُرَمَ نَبِيَّنَا صلى الله عليه وآله وسلم بِكَوُنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّيُنَ اِقُتَضٰى اِنُتِفَاءَ ذٰلِكَ ، فَعُوِّضَ صلى الله عليه وآله وسلم عَنُ ذٰلِكَ كَمَالَ طَهَارَةِ أَهُلِ بَيُتِهٖ ، فَنَالَ مِنُهُمُ دَرَجَةَ الُوِرَاثَةِ وَالُوِلَايَةِ خَلُقٌ لَا يُحُصَوُنَ.

---

(۱) ضربِ حیدری ص ۱۸۷۔

بَلْ ذَهَبَ بَعْضُهُمْ إِلٰى أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَتِمْ لِلْحَسَنِ رضی اللہ عنہ أَمْرُ الْخِلَافَةِ، لِأَنَّهَا صَارَتْ مُلْكاً، وَقَدْ قَالَ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ اِخْتَارَ اللّٰهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا، عُوِّضُوْا مِنْ ذٰلِكَ التَّصَرُّفُ الْبَاطِنُ فَصَارَ قُطْبُ الْأَوْلِيَاءِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ النَّبَوِيِّ.

''سیدنا ابراہیم صلوٰت اللہ علیہ کو اُن کے اہلِ بیت میں انبیاء کرام علیہم السلام عطا کیے گئے تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء کے اعزاز سے نوازا گیا، جس سے سلسلۂ نبوت منقطع ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس کے عوض جو چیز دی گئی وہ آپ کے اہلِ بیت کرام علیہم السلام کی کمال طہارت ہے، اس طہارت کی بدولت اہلِ بیت میں سے اتنی بڑی مخلوق مرتبۂ وراثت و ولایت پر فائز ہوئی جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔......

بلکہ بعض علماء حق اِس طرف گئے ہیں کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ اس لیے آگے نہ چلا کہ آگے ملوکیت کا دور شروع ہو گیا تھا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم اہلِ بیت کے لیے اللہ جل جلالہ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا ہے، پس اہلِ بیت کو اِس کے بدلے میں تصرّفِ باطنی عطا فرمایا گیا، سو ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہلِ بیتِ نبوت سے ہی ہوتا ہے''۔(۱)

---

(۱) جواهر العقدين للسمهودي ص ۲۰۵، ۲۰۶؛ رشفة الصادي ص ۱۲۸۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کا کلام

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی تردیدِ روافض میں اِس قدر مشہور اور متشدد ہیں کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے معتدل بزرگ نے اُن کی کتاب کو تعصب زدہ قرار دیا ہے لیکن اِس کے باوجود اُن کی کتاب سے اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں بہت کچھ مل جاتا ہے۔ اُنہوں نے آیت تطہیر پر اچھی اور تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اُن کا ماننا ہے کہ چھ ماہ بعد سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا خلافت سے دست بردار ہونا اُن کی تطہیر کے باعث ہے۔ چنانچہ وہ آیتِ تطہیر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ آیت اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا منبع ہے، کیونکہ یہ اُن کی روشن خوبیوں پر مشتمل اور اُن کی پیشانی عظمت کا جھومر ہے۔ اِس لحاظ سے کہ اِس کو لفظِ ''اِنَّمَا'' سے شروع کیا گیا ہے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے، یعنی اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی یہ چاہتا ہے کہ اُن سے رِجس کو لے جائے جو کہ گناہ ہے یا جس چیز پر ایمان واجب ہو اُس میں شک کا آنا، اور اُن سے تمام مذموم عادات واحوال کو دور رکھنا ہی اُن کی تطہیر ہے۔ نیز عنقریب ایسی احادیث آئیں گی کہ اُن پر دوزخ حرام ہے اور یہی تطہیر کا فائدہ اور اُس کی غرض ہے۔ جبکہ اللہ عزوجل کے کرم سے اُس کی بارگاہ میں رجوع اور اعمالِ حسنہ پر استقامت اُنہیں اِلہام کر دی گئی ہے۔ اسی لیے جب اُن سے خلافتِ ظاہری چلی گئی جو کہ بادشاہت ہو چکی تھی اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس نہ رہی تو اہل بیت کرام علیہم السلام کو اُس کے عوض خلافتِ باطنیہ عطا فرمائی گئی، حتیٰ کہ علماء کرام کی ایک جماعت

اِس طرف گئی ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء فقط اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے ہوتا ہے"۔(۱)

علامہ احسن الزمان کا کلام

علامہ احسن الزمان حیدر آبادی چشتی نظامی سلیمانی تونسوی نے اِس مسئلہ میں بہت باریک بینی سے لکھا ہے۔ اُنہوں نے علماءِ عقائد اور صوفیہ دونوں کے اقوال جمع کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

"خلافت اور امامت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خلافت ظاہری امور، معاملات، عدل وانصاف وغیرہ کو چلانے کا نام ہے اور امامت باطنی امور کی حفاظت اور قوانین کی نگہداشت وغیرہ کرنا ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک شخص میں بھی جمع ہو جاتی ہیں لیکن اگر جدا رہیں تو خلیفہ امام کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اِس سے خلیفہ سے باطن کی نفی مقصود نہیں ہے تاہم "إِنَّ الْإِمَامَ بِمَنْزِلَةِ الشَّيْخِ فِي التَّكْمِلَةِ" (امام تکمیل کے لیے شیخ کے قائم مقام ہوتا ہے) فوائد الفواد شریف میں مذکور ہے کہ شیخ المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت اور دین میں اُن کی استقامت ذکر فرمائی۔ پھر اُن کے ایسے دو واقعے بیان کیے جن میں اُن کا مشہور قول "لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" (علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو چکا ہوتا) مذکور ہے، پھر فرمایا: يَعْنِي أَنَّهُ رضی اللہ عنہ

---

(۱) الصواعق المحرقة، مكتبة فياض، مصر ص ۴۲۰، ۴۲۱؛ المنح المكية في شرح الهمزية لابن حجر مكي ص ۵۳۹۔

مَعَ تِلْکَ الدَّرَجَةِ مِنَ الْعَظْمَةِ كَانَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُرْتَضىٰ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ هٰكَذَا. (یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عظمت کے اس درجہ پر فائز ہونے کے باوجود مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یوں نسبت رکھتے تھے)''۔(۱)

اِس کو مبالغہ مت سمجھئے بلکہ یہ ایک حقیقت تھی، یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدنا علی علیہ السلام کو عرض کیا:

لَا أَبْقَانِي اللّٰهُ بَعْدَکَ يَا عَلِيُّ.

''اے علی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے''۔(۲)

یہی تو اہلِ سنت کے نزدیک ''إِنِّي تَارِکٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ'' کا مفاد ہے کہ خلیفۂ وقت جس طرح قرآن کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح دوسرے ثِقل یعنی اہل بیت کا بھی محتاج ہوتا ہے۔علامہ احسن الزمان نے جو یہ فرمایا ''إِنَّ الْإِمَامَ بِمَنْزِلَةِ الشَّيْخِ فِي التَّكْمِلَةِ'' (امام تکمیل کے لیے شیخ کے قائم مقام ہوتا ہے)اِس کے ساتھ ذرا ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' کو ملا کر غور تو فرمایئے! آپ پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی افادیت روشن تر ہوتی چلی جائے گی۔

بلاشبہ جب جب اور جس جس نے اہل بیت کرام علیہم السلام کی یہ عظمت سمجھ لی، اُنہیں اپنا امام سمجھا، اُن سے تمسک اور استفادہ کیا تو اُس کا دین اور دنیا دونوں سنور

---

(۱) القول المستحن في فخر الحسن ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

(۲) الرياض النضرة في مناقب العشرة ج ٤ ص ١٤٢ ؛ ذخائر العقبىٰ للمحب الطبري ص ١٠٠ وط: ج ١ ص ٣٩٧ ؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج ٢ ص ٨٥٣ ؛ فيض القدير ج ٤ ص ٣٥٧۔

گئے اور جو اہل بیت کرام علیہم السلام سے دور رہا تو وہ محروم رہا۔

شیخ مومن بن حسن شبلنجی اور محمد بن علی الصبان کا کلام

شیخ مومن بن حسن اور شیخ محمد بن علی الصبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی شیخ ابن حجر مکی کی طرح لکھا ہے۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خلافت نامه خاتم نبوت چون بمهر خاتم ولایت رسید تمام شد ودورِ خلافت باختتام کشید، بعد ازان چندان شعب وشجرات وفروع وثمرات از خاتم ولایت که شجرهٔ علم وهدایت بوی منتهی میشود بر آمدند که بر مثال شجرهٔ طوبیٰ هر طرف ظلال کمال انداختند وعالم رابنورِ جمالِ ولایت منور ساختند، خصوصاً اولادِ امجاد واحفاد عالی نژاد آنحضرت که بحکم وراثتِ حقیقی ومناسبتِ ذاتی ازهمه نصیبی وافر وفیضی کامل تر بر داشتند وبحکم عصمتِ ذاتی لوائی ولایتِ معنوی بر افراشته، ریاستِ صورت را بدیگران گذاشتند، وهر گز نورِ ولایت ازخاندانِ

---

(۱) نور الأبصار في مناقب آل بيت النبي المختار ص ۱۳۳ مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر ۱۳٦۷ ھ، وط: المكتبة العصرية، بيروت ص ۱٦۸ ؛ إسعاف الراغبين بهامش نور الأبصار ص ۱۹۲۔

نبوت انقطاع نہ پذیرد، وفلک ولایت جز بایں اقطاب قرار نگیرد، وازمیان ایشاں ہر کراخواست قطب اقطاب عالم وغوث بنی آدم ومرجع ثقلین ومشہورِ مغربین ساخت تامحی الدین ومجددشرعِ متین گردید، اگرچہ جمالِ محمد در تمام آلِ محمدتاباں ست لیکن درینجا جمالِ دیگر ست وکمال دیگر ست، جمال جمالِ محمدست وکمال کمالِ محمدست۔

''جب خاتم نبوت کی خلافت حضرت علی کی ذات گرامی تک پہنچی تو اس شجرِعلم وولایت سے درختِ طوبیٰ کی مانند بے شمار شاخیں پھوٹیں، جن کے کمالات ہرجانب سایہ فگن ہوئے اورساری دنیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نورِجمالِ ولایت سے روشن ہوگئی، بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادعالی نژاد نے بحکمِ وراثتِ حقیقی اورمناسبتِ ذاتی ولایت کا پورا پوراحصہ اورفیض حاصل کیااوراپنی عصمت ذاتی کی بناپرولایت معنوی کاعلَم بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لیے چھوڑدی۔ خاندانِ نبوت سے نورِ ولایت نہ توکبھی منقطع ہوا، نہ ہوگا، اورآسمانِ ولایت نے بغیرِاِن اقطاب کے کبھی قرارنہیں پکڑا۔اِن ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہاقطب الاقطابِ عالَم، غوثِ بنی آدم اورمرجع جن وانس بناکرمشرق ومغرب میں مشہورومعروف کردیااورسیدی عبد القادرجیلانی رضی اللہ عنہ کودینِ اسلام کادوبارہ زندہ کرنے والابنایا۔ اگرچہ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام آل میں تاباں ودرخشاں ہے مگرمحی الدین سید

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں اس کا کچھ اور ہی رنگ ہے، جو حقیقتاً جمالِ احمدی اور کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہرِ اتم ہے"۔(۱)

ایک اور مقام میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلقاً سید الانبیاء لکھا ہے تو مولیٰ علی علیہ السلام کو مطلقاً سید الاولیاء لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

روزے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست در دست علي مرتضی سلامُ اللہ علیہ در بعضی بساتین مدینہ میگذشت ناگاہ از میانِ نخلہ آواز برآمد کہ هٰذَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ وَهٰذَا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْأَوْلِيَاءِ أَبُو الْأَئِمَّةِ الطَّاهِرِيْنَ.

"ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علی مرتضی سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مدینہ منورہ کے کسی باغ سے گزرے تو اچانک کھجور کے ایک درخت سے آواز آئی: یہ محمد سید الأنبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ علی سید الاولیاء ہیں، ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بابا ہیں"۔(۲)

ملا علی قاری کا کلام

ابن حجر مکی کے شاگرد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما نے اسی حقیقت کو اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

لَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْ بَعْضِ الْأَكَابِرِ أَنَّ الْإِمَامَ الْحَسَنَ بْنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا تَرَكَ الْخِلَافَةَ لِمَا فِيْهَا مِنَ الْفِتْنَةِ

---

(۱) أخبار الأخیار [بحذف اشعار] ص ۵، ترجمہ از: مہرِ منیر ص ۲۱۔

(۲) جذب القلوب فارسي ص ۲۹۔

وَالآفَةِ ، عَوَّضَهُ اللّٰهُ ﷻ عَنْهُ الْقُطْبَ الأَكْبَرَ وَسَيِّدُنَا الشَّيْخ عَبْدُ الْقَادِرِ هُوَالْقُطْبُ الْوَسُطُ ، الْمَهْدِيُّ خَاتِمَةُ الأَقْطَابِ.

''مجھے بعض اکابر سے معلوم ہوا ہے کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جب فتنہ وفساد کے خیال سے خلافت چھوڑ دی تو اللہ ﷻ نے اُنہیں اُس کے بدلے میں قطبیتِ عظمیٰ عطافرمائی، سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ قطب وسطیٰ تھے اور امام مہدی علیہ السلام آخری قطب ہوں گے''۔(۱)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی گفتگو ایک اور مقام میں بھی کی ہے۔(۲)

فاضل بریلویؒ کا کلام

ملاعلی قاری کی یہ عبارت فاضل بریلویؒ نے بھی نقل کی ہے۔(۳)

نیز فاضل بریلوی نے شیخ احمد سرہندیؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تصریحات کو بھی اثباتاً نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ قاضی صاحبؒ کی عبارت کا کچھ حصہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''پھر (قاضی ثناء اللہ) اُئمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بترتیب اس منصبِ عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی ایں

---

(۱) نزهة الخاطر الفاتر قلمي ص ٦، نزهة الخاطر الفاتر مترجم ص ٤١۔

(۲) مرقاة شرح المشكاة ج٩ ص٣٤٩ ح:٥٤٥٢۔

(۳) فتاوی رضویه ج٢٨ ص٣٩٢۔

منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد سید الشرفاء غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور تک یہ منصب امام حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق رہا"۔(۱)

فاضل بریلویؒ کے پاس درجِ ذیل الفاظ میں ایک استفتاء (سوال نامہ) آیا:

"بارہ امام جن کے نام عوام میں مشہور ہیں، اُن میں باستثناءِ جناب امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ،حضرت امام حسن وحضرت امام حسین وحضرت امام مہدی کے کسی اور امام کی نسبت صحیح حدیثوں میں اشارۃً یا صراحۃً کوئی خبر آئی ہے؟ امامت اُن کی ولایت کے درجہ پر ماننا چاہیئے، اُن کے عقائد واحکام واعمال وغیرہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے مشابہ تھے یا سب سے الگ؟

الجواب:

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بشارت بتصریح نامِ گرامی صحیح حدیث میں ہے، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ [وآلہ] وسلم نے اُن کا ذکر فرمایا کہ اُن سے ہمارا سلام کہنا۔ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلبِ علم کے لیے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ،اُنھوں نے اُن کی غایت تکریم کی اور کہا: "رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ [وَآلِہٖ]

---

(۱) فتاوی رضویہ ج۹ ص ۸۱۱۔

وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْکَ" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ[وآلہ] وسلم آپ کو سلام فرماتے ہیں، اور "أَخْرَجَ مِنْکُمَا الْکَثِیْرَ الطَّیِّبَ" (اللہ تعالیٰ تم دونوں کو کثیر پاکیزہ اولاد عطا فرمائے) میں ان سب حضرات کی بشارت ہے۔ امامت اگر بمعنی مقتدیٰ فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہ اُن کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدیٰ فی الدین ہیں، اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبدالملک اور عبدالرب اُنہیں امامین کہتے ہیں، تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے، اور اگر امامت بمعنیٰ خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین"۔(۱)

قاضی محمد برخوردار ملتانی کی عمدہ تطبیق

اِس سے قبل علامہ احسن الزمان حیدر آبادی نظامی نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ" سے خلافتِ باطنیہ پر جو روشنی ڈالی ہے، اُسے آپ پڑھ چکے ہیں، اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اور نظامی محقق عالم کی تحقیق سے بھی لطف اُٹھائیے۔ قاضی برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے، چونکہ اُردو زبان میں اُن کی کتاب کا عکس حال ہی میں شائع ہو چکا ہے، لہٰذا مکمل تفصیل اُسی میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں ہم اُن کی عبارت کا ایک مخصوص اقتباس نقل کر

---

(۱) فتاوی رضویہ ج۲۶ ص ۴۳۰۔

رہے ہیں، لیکن اُس سے پہلے یہ تمہیدی گزارش ضرور پڑھ لیجئے۔

رافضی لوگ درجِ ذیل احادیث:

۱۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

۲۔ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسىٰ ، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ،

۳۔ عَلِيٌّ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ.

سے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بلافصل خلافتِ ظاہری کی دلیل لیتے ہیں اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کی حقانیت پر بھی احادیثِ صحیحہ موجود ہیں۔ دوسری طرف ناصبی اور نام نہاد سنی لوگ سیدنا علی علیہ السلام کی شان میں مذکورہ بالا احادیث کو خلافتِ ظاہری تو کیا خلافتِ باطنی میں بھی تسلیم نہیں کرتے۔ قاضی برخوردار رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی احادیث کے مابین عمدہ تطبیق دی ہے، چنانچہ وہ نام نہاد شیعہ اور روافض کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب سوال پیدا ہوگا کہ یہ تو سب کچھ ہوا لیکن احادیث صحیح سنیوں کی کتابوں میں موجود ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمائیں ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' اور یہ حدیث اتنے طرق سے مروی ہے ''كَادَ أَنْ يَّكُوْنَ مُتَوَاتِرًا'' (قریب بہ متواتر ہے) ''أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسىٰ ، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' بلکہ بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا کہ ''عَلِيٌّ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ'' بعض محدثین نے صحیح بھی کہا ہے، ان کا کیا جواب ہے؟ ہم بڑے زور سے اور کھلے منہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث صحیحہ ہیں، مولیٰ بمعنی خلیفہ بھی فرض کر لیتے ہیں اور (مانتے ہیں کہ) ''بَعْدِيْ'' بھی اتصال کے

لیے ہے (لیکن) حدیث ’’اِقْتَدُوْا مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ‘‘ (میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا) ’’إِنْ لَمْ تَجِدِيْنِي فَأْتِيْ أَبَابَكْرٍ‘‘ (اے خاتون! اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا) ’’مُرُوْا أَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ‘‘ (ابوبکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں) ایک عورت کو کہا: إِنْ جِئْتِ فَلَمْ تَجِدِيْنِي فَأْتِي أَبَابَكْرٍ، فَإِنَّهُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِيْ‘‘ (اگر تم آؤ پھر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا بے شک وہ میرے بعد خلیفہ ہے) [فَإِنَّهُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِيْ‘‘ ان الفاظ سے کوئی حدیث نہیں ہے، فیضی] اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں اور ہیں بھی صحیح، اُن میں تطبیق اور توفیق (موافقت) بھی بآسانی ہوسکتی ہے، ہر حدیث کا اپنا محل ہے لیکن انصاف درکار ہے۔ ہم مختصر طور پر اس کا ذکر کردیتے ہیں، وما توفيقي إلا بالله.

احادیث جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کی گئیں اُن سے مراد ولایت وخلافت باطنہ ہے، جو بلا فصل ہے، اور وہ احادیث جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہوئیں ان سے مراد خلافتِ ظاہرہ ہے، جو بلا فصل ہے، فَلا تعَارُض. (لہٰذا کوئی تضاد نہیں ہے)‘‘۔(۱)

علامہ ابن قیم الجوزیہ کا کلام

علامہ ابن قیم الجوزیہ امام مھدی علیہ السلام کے اولادِ حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں ہونے کے

---

(۱) تذکرہ مشائخ قادریہ وسادات اُوچ شریف ص ۷۰، ۷۱۔

قائل ہیں، وہ اِس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِي كَوْنِهِ مِنْ وَلَدِ الْحَسَنِ سِرٌّ لَطِيفٌ ، وَهُوَ أَنَّ الْحَسَنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَرَكَ الْخِلَافَةَ لِلّٰهِ ، فَجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدِهِ مَنْ يَّقُوْمُ بِالْخِلَافَةِ الْحَقِّ ، الْمُتَضَمِّنِ لِلْعَدْلِ الَّذِيْ يَمْلَأُ الْأَرْضَ ، وَهٰذِهِ سُنَّةُ اللّٰهِ فِيْ عِبَادِهِ أَنَّهُ مَنْ تَرَكَ لِأَجْلِهِ شَيْئًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ ، أَوْ أَعْطَا ذُرِّيَّتَهُ أَفْضَلَ مِنْهُ.

''اور امام مہدی کے اولادِ حسن رضی اللہ عنہ سے ہونے میں راز یہ ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اللہ کی خاطر خلافت کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد سے اُس شخص کو پیدا کر دیا جو ایسی خلافتِ حقہ پر قائم ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گی، اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں میں طریقہ ہے کہ کوئی شخص اُس کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو یا اُس کی ذریت کو اُس سے افضل چیز سے نوازتا ہے''۔(۱)

سیدنا امام مہدی علیہ السلام ذریتِ امام حسن سے ہوں یا ذریتِ امامِ حسین سے بہرحال وہ لختِ جگر سیدہ فاطمہ علیہم السلام ہی ہوں گے۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی کے کلام سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ قربِ قیامت میں بھی ولایتِ ظاہری اور باطنی اہل بیت کرام علیہم السلام کے پاس ہوگی۔ اِس سے دو باتیں اور بھی ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ ایک تو یہ کہ اللہ جل جلالہ ذریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر کسی انقطاع کے قیامت تک یوں بحفاظت چلا رہا ہے جس طرح وہ قرآن کریم کو بحفاظت چلا رہا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ جب بقول علامہ ابن قیم آخر میں اہل بیت ہی کی ولایت وخلافت

---

(۱) المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۵۱۔

ہوگی تو بقول اکثر علماء وصوفیہ درمیانی عرصہ میں بھی اسی پاکیزہ خاندان کی ولایت باطنیہ کا سکّہ چل رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ کلام

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وسر حضرت امیر کرم اللہ وجہہ دراولاد کرام ایشان سرایت کرد...... چنانکہ کسی ازاولیاء امت نیست الا بخاندان حضرت مرتضیٰ مرتبط است بوجھی ازوجوہ۔

”حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا رازِ ولایت اُن کی اولاد کرام میں سرایت کر گیا...... چنانچہ اولیاءِ امت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طریقے سے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندانِ امامت سے وابستہ نہ ہو“۔(۱)

ایک اور مقام میں فرماتے ہیں:

”اب امت میں جس کو بھی بارگاہ رسالت سے فیضِ ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے یا نسبت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے، اس کے بغیر کوئی شخص مرتبۂ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا“۔(۲)

مولانا رشید احمد گنگوہی کا کلام

---

(۱) التفہیمات الإلٰھیة ج۱ ص۷۶، ۷۷۔

(۲) ھمعات ص۶۲، ھمعة ۱۱۔

مولانا رشید احمد گنگوہی "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" کے تحت لکھتے ہیں:

أَرَادَ بِذٰلِکَ عِلْمَ الْبَاطِنِ ، فَإِنَّ السَّلَاسِلَ سَائِرَهَا وَمُعَظَّمَهَا مُنْتَهِيَةٌ إِلَيْهِ.

"اس سے علم باطن مراد ہے، بے شک تمام معتبر سلاسل کی انتہا اُن ہی پر ہوتی ہے"۔(۱)

ایک اور مقام میں مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

"اور ہم سب اہل سنت ائمہ اثنا عشر کو امام اور مقتدائے دین و قطب ارشاد عقیدہ رکھتے ہیں، اور امام ظاہر بجز حضرت امیر کے اور چھ مہینے حضرت حسن [علیہما السلام] کے کسی کو نہیں جانتے، اگرچہ اُن میں لیاقت امامتِ ظاہرہ کی سب معاصرین سے زیادہ تھی"۔(۲)

حکمت کسبی نہیں وہبی اور عطائی ہوتی ہے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ گنگوہی صاحب نے سنن ترمذی کی حدیث "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" سے باطنی علم کیوں مراد لیا ہے؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ حکمت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی (عطائی) چیز ہے۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حکمت بمعنی علمِ نافع ہے، تو اگر وہ علمِ کسبی ہو تو صوفیاء کی اصطلاح میں اُس کو حکمت نہیں کہتے بلکہ اگر وہ علم وہبی ہو تو اُس کو حکمت کہتے

---

(۱) الكوكب الدري شرح الجامع الترمذي ج ٤ ص ٤١٦، ٤١٧۔

(۲) هداية الشيعة ص ٣٥، مطبع هاشمي، هندوستان۔

ہیں"۔

شاہ صاحب چند سطور آگے چل کر لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں وارد ہے: "أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" اور یہ بھی روایت مشہور میں وارد ہے: "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا"، تو اس علم سے مراد یہی علمِ وہبی ہے"۔(۱)

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حکمت ایک وہبی اور عطائی نعمت ہے تو پھر یہ بات محتاجِ وضاحت نہیں ہے کہ حکمت کے لحاظ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ دوسروں سے کتنا ممتاز، برتر اور وفائق ہیں، کیونکہ جب وہ ہیں ہی باب الحکمۃ تو کسی کا اُن سے موازنہ اور مفاضلہ کیسا؟ تاہم بعض احادیث میں اُن کی برتری کو یوں سمجھایا گیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَسُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه فَقَالَ: قُسِمَتِ الْحِكْمَةُ عَشَرَةَ أَجْزَاءً فَأُعْطِيَ عَلِيٌّ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ وَالنَّاسُ جُزْءًا وَاحِدًا.

"سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی، پس نو حصے علی کو دیے گئے اور ایک حصہ دوسرے لوگوں کو دیا گیا"۔

---

(۱) فتاوی عزیزي مترجم ص ۳۹۳)

(۲) حلية الأولياء ج۱ ص ۱۰۴ ح ۱۹۸، وط: ج۱ ص ۶۵؛ تقريب البغية للهيثمي ج۳ ص ۸۵ ح ۳۲۵۴؛ سنن الأصفهاني ج۲ ص ۵۶۰ ح ۳۴۶۹؛ المناقب للمغازلي ص ۲۸۶ ح ۳۲۸؛ تاريخ دمشق ج ۴۲ ص ۳۸۴؛ مختصر=

پڑھے لکھے اور حساب دان حضرات خود ہی اندازہ لگالیں کہ سیدنا علی علیہ السلام کو دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں کتنا زیادہ حکمت عطا فرمائی گئی۔

"قُسِّمَتِ الْحِكْمَةُ عَشَرَةَ أَجْزَاءً" پر اشکال کا جواب

اِس حدیث کی سند پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ہم نے اُن کے اعتراض کا مدلل جواب اپنی کتاب "شرح أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ" میں حدیث نمبر ۳۴ کے تحت لکھا ہے،اہل علم وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کا کلام

شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کی اقسام بیان فرمائی ہیں اور ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو بالعموم ہر شعبہ میں اور بالخصوص ہدایتِ باطن میں مطلقاً امام کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

نیز باید دانست کہ امامت نزد اهل سنت بمعنی پیشوائی در دین نیز اطلاق کنند، وبہمیں معنی امام اعظم وامام شافعیؒ را کہ در فقہ پیشوا بودند، وامام غزالی وامام رازی را کہ در عقائد وکلام، ونافع وعاصم را کہ در قراءت امام بودند امام گویند، وائمہ اطہار در جمیع ایں فنون پیشوا بودہ اند، خصوصاً در ہدایتِ باطن وارشادِ طریقت

= تاريخ دمشق ج١٨ ص١٧؛ كنز العمال ج١١ ص٦١٥ ح٣٢٩٨٢، وج١٣ ص١٤٦ ح٣٦٤٦١؛ مطالب السؤول ص٦٠،وط: ص٧٣؛ الكواكب الدرية للمناوي ج١ ،القسم الأول ص٩٨۔

که مخصوص با ایشان بود باین جهت ایشانرا اهل سنت علی الاطلاق ائمه دانند۔

’’جاننا چاہیئے کہ اہل سنت امامت کو پیشوائے دین کے معنی میں بھی لیتے ہیں، اسی سبب سے امام اعظمؒ اورامام شافعی کو فقہ میں، امام غزالی اورامام رازی کو عقائد اور کلام میں، نافع اور عاصم کو قرأت میں امام کہتے ہیں،اورائمہ اطہار ان سب فنون میں پیشوا ہوئے ہیں خصوصاً ہدایتِ باطن اورارشادِ طریقت کہ ان سے مخصوص تھا،اسی سبب سے اہل سنت اُن کو بے قید امام جانتے ہیں‘‘۔(۱)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے زیادہ واضح اوردلچسپ گفتگوسورۃ الحاقۃ کی آیت ﴿وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾[۱۲]اورسورۃ الشّمس کی آیت ﴿إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾[۱۲] کے تحت بھی فرمائی ہے، جسے ہم نے بخوفِ طوالت نقل نہیں کیا،اہل محبت کے لیے یہ دونوں مقام لائقِ مطالعہ ہیں۔

اہل بیت کی بجائے حنفی شافعی نسبت کیسی؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جولکھا ہے اُسی مفہوم کواپنے الفاظ میں مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی ادا کیا ہے۔اُن کے پاس ایک استفتاء آیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ فقہ کے چاروں ائمہ کے ادوار میں اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے کوئی نہ کوئی امام بھی موجود تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی تو کہلائے مگراُن کی نسبت ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے کسی کی طرف نہ ہوئی؟اِس کے جواب میں

---

(۱) تحفة اثنا عشريه فارسي ۱۸۰ ؛ ومترجم اردوص ۳۶۰۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ اعتراض اُس وقت صحیح ہوتا جبکہ مقلدین ائمہ اربعہ کے اہل بیت کی مخالفت کر کے تقلید مجتہدین کی کرتے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تقلید مجتہدین کی بعینہ اتباع ائمہ اہل بیت کا ہے۔ کیونکہ مجتہدین نے اصول وقواعد کا استفادہ اکثر ائمہ سے کیا ہے۔ چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ کا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آکر مستفید ہونا اور امام علیہ السلام کا اکثر امام رحمہ اللہ کی تحسین فرمانا معروف ہے، البتہ چونکہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اکثر اہتمام افاداتِ باطنی میں زائد رہا" وهو المفهوم من حديث: إني تارك فيكم ثقلين: كتاب الله وعترتي ، فالأول مأخذ علم الشريعة، والثاني مأخذ علم الطريقة . (اور یہی حدیث "میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد" کا مفہوم ہے، پس اول علم شریعت کا ماخذ ہے اور دوسرا علمِ طریقت کا ماخذ ہے"۔(١)

نسبتِ اہل بیت کے بجائے قادری چشتی وغیرہ کیوں؟

اسی طرح تھانوی صاحب کے پاس ایک سوال یہ بھی آیا کہ لوگ چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی کی نسبت تو کرتے ہیں مگر اہل بیت کی طرف نسبت نہیں کرتے، اِس کی وجہ کیا ہے؟ اِس کا اُنہوں نے تفصیلی جواب دیا ہے، جس کا کچھ حصہ یہ ہے:

"جتنے سلسلے ولایت کے ہیں سب بواسطہ اہل بیت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(١) إمداد الفتاویٰ ج٦ ص١٣٨۔

تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ نقشبندیہ کے ایک سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق اور دوسرے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وحضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وحضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وحضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ وحضرت امام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اور سلسلہ قادریہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت حسن مثنیٰ وحضرت سید عبداللہ محض اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سلسلہ سہروردیہ میں حضرت امام علی موسیٰ رضا (رضی اللہ عنہ) واقع ہیں۔ پس یہ سب سلاسل اہل بیت کے ہیں"۔(۱)

شیخ احمد سرہندی کا کلام

یکے از اکابرِ نقشبند شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قطبیت میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور ایک راہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے: اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں، اور سلوک اسی راہ سے عبارت ہے، بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے، اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا، اُن کے سردار اور منبعِ فیض سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں، اور

---

(۱) إمداد الفتاویٰ ج۶ ص ۱۳۹، ۱۴۰۔

سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین ﷺ اِس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر ﷺ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے، جیسا کہ وہ جسدی پیدائش کے بعد ہیں، اور جسے بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی اُنہیں کے ذریعے پہنچی، کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز اُن سے تعلق رکھتا ہے، اور جب حضرت امیر ﷺ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب بالترتیب سیدینا حسنین کریمین ﷺ کو سپرد ہوا، اوران کے بعد یہ منصب ائمہ اثنا عشرۃ میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے سپرد ہوا، اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اِسی طرح اُن کے انتقال کے بعد جس کسی کو بھی فیض وہدایت پہنچی ہے، اگرچہ وہ اقطاب ونجباءِ وقت ہی کیوں نہ ہوں، سب کے ملجا وَ ماویٰ یہی بزرگ ہیں، کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کئے بغیر چارہ نہیں ہے''۔(۱)

شیخ عبدالحی الکتانی کا کلام

علامہ محمد عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ نے ''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ'' کے تحت ظاہری علمِ مرتضوی کے بعد باطنی علم وولایت کی طرف متوجہ ہوئے تو خوب لکھا، ہم اُن کے مفصل کلام کا ترجمہ پیش کررہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) مكتوبات إمام رباني ج۳ ص ۲۴۷، مكتوب ۱۲۳، مطبع منشي نولكشور؛ مهر منير ص ۲۱۔

''اور تمھیں اتنی دلیل کافی ہے کہ قوم کے تمام علوم کے طریقے اور اُن کے سلسلے اُن ہی تک پہنچتے ہیں، اسلام میں تم ایسا کوئی طریقہ نہیں پاؤ گے جس کی انتہا اُن تک نہ ہوتی ہو، اور جس کی آخری کڑی اُن سے نہ ملتی ہو، یہ اس لیے کہ وہی بابُ مدینۃِ العلم ہیں۔ شیخ مصطفیٰ البکری اپنی کتاب ''تشیید المکانۃ لمن حفظ الأمانۃ'' میں لکھتے ہیں: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے معاملہ مستحکم ہوا تو انہوں نے اپنے علمی حقائق پھیلائے اور اسرار کے دقائق کھولے، اور اُن سے اُن کے فرزندان امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور کمیل بن زیاد اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے طریقۂ ذکر اور طریقۂ تلقین اخذ کیا، اور اُن ہی سے تمام سلاسل کی شاخیں پھیلیں، حتیٰ کہ نقشبندیہ کی بھی۔ نقشبندیہ کے دو سلسلے ہیں: ایک حضرت سلمان سے ہے اور دوسرا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تقدیر کے اسرار میں علم جفر پر بھی کلام فرمایا ہے لیکن انتہائی اصطلاحی رموز کے ساتھ، پس قلوبِ عرفاء کے لیے اس علم کے باب (دروازہ) بھی وہی ہیں، حتیٰ کہ صوفیہ اس میدان میں اسی باب سے داخل ہوئے اور اُن پر وہ اسرار ظاہر ہوئے جو ظاہر ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے علماء پر کشف کے سربستہ راز کو آشکار فرمایا لیکن اُنہوں نے اپنی اولاد کو اُن اسرار کے چھپانے کی تلقین فرمائی تاکہ اسرار منکرین سے محفوظ رہیں۔ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ نے جب اُن سے حقیقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب عطا فرمایا، اس پر انہوں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ وضاحت چاہتا ہوں تو پھر

بتلایا، انہوں نے مزید طلب کیا تو مزید بتلایا، پھر فرمایا: فجر طلوع ہوگئی، لہٰذا چراغ بجھا دو یعنی جو تم نے پوچھا وہ فجر کی طرح روشن ہوگیا، لہٰذا سوال کا چراغ گل کر دو، تم پر معاملہ واضح ہوگیا اور حقیقت کھل گئی۔

"الدر الثمین" پر قاضی ابن الحاج کے حواشی میں سابقہ گفتگو کے بعد مذکور ہے کہ: علم تصوف کے واضع سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، اور بعض مشائخ نے کہا ہے: انہیں علم لدنی عطا کیا گیا اور ولایت و معارفِ الٰہیہ کی طرف کوئی نسبت اُن کی جہت وحقیقت کے بغیر درست نہیں، پس وہی تمام کے تمام محمدی اولیاء کے امام ہیں، اور ان سب اولیاء کی اصل اور منشاءِ انتساب بارگاہ محمدیہ اور مظہر ولایت احمدیہ ہے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دنیا میں تمام عرفاء سے بلند تر ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اپنے اِس ارشاد سے مخصوص فرمایا ہے: أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" (میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا باب ہیں)، اور اسی طرح اُنہوں نے اپنی کتاب "الأزهار الطيبة النشر" میں کلام فرمایا ہے، اور اُس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اُن سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اخذ فیض کیا۔ قاضی ابن الحاج نے فرمایا:

> اگر تم کہو کہ اس وقت صوفیہ کرام کے چالیس سلاسل کا مرجع حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ شیخ حسن عجمی کی "الرحلة العياشية" میں مذکور ہے، اور اُن سب کی انتہا تو سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ پر ہوتی ہے؟ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کا دیدار کیا ہے

جیسا کہ امام سیوطی اور دوسرے علماء کرام نے اس کی صحت بیان فرمائی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اُنہیں صوفیہ کی طرز پر اُن سے فیض حاصل کرنے میں کوئی مانع نہیں، کیونکہ شیخ سے علم اور تلقین کے حصول میں صوفیہ کے طریقہ میں زبان شرط نہیں بلکہ یہ فیض قلبی توجہ اور کیفیت سے بھی مرید کی ہدایت کا سبب ہو جاتا ہے اور اُس کے قلب میں انوار کا سورج روشن ہو جاتا ہے۔ الخ

ابن خلدون کا اشکال اور اُس کا جواب

(علامہ کتانی ہی کا کلام جاری ہے، فیضی)

اور اس سلسلہ میں "جامع الترمذی" پر ہمارا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک ولی کی تردید میں ابن خلدون نے اس مسئلہ میں قلم اٹھایا ہے اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف جو خرقہ کی سند مرفوعاً بیان کی جاتی ہے اُس پر زبانِ طعن دراز کی اور کہا کہ وہ اس معنی سے بیزار ہیں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ تحلیہ، لباس کے طریقے اور کسی حال میں مخصوص نہیں بلکہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر زاھد اور عبادت گزار تھے، اور اُن میں سے کوئی ایک کسی ایسی چیز کے ساتھ مخصوص نہیں جو دوسروں پر اس کی ترجیح کا سبب بنے، بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین، زھد اور مجاھدہ میں اسوہ ہیں۔ انتہا ملخصاً۔

شیخ عبدالھادی الابیاری رحمۃ اللہ علیہ کی خوبی اللہ کے لیے ہے کہ انہوں نے اس کلام کی تردید میں "سعود المطالع" میں

فرمایا ہے: ہمارے دل میں ابن خلدون کے اس کلام کے متعلق خلش ہے، کیونکہ اس میں اکابر مشائخ پر زیادتی ہے اور اُن کی جانب سے تمام سلاسل کی امام علی رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی جو اجماعی سند ہے اُس کی خلاف ورزی ہے۔ جو شخص صوفیہ کرام کے احوال پر مطلع ہے اور اُن کے سلاسل کی کتب کا مطالعہ رکھنے والا ہے وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص کو چاہا اُسے علوم اور طرق میں سے کسی خاص علم اور طریقہ سے مختص فرما دیا۔ اس کی تائید سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ اُنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" (جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے) کے امور سے آگاہ فرما دیا، اور حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کیے، علیٰ ھذا القیاس۔

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے اُس پر ایک جماعت نے مستقل کتابیں لکھی ہیں: چنانچہ ابن سلیمان الردانی نے اپنی کتاب "الصلة" میں اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے سیدنا علی علیہ السلام کی مستقل "مسند" جمع کی ہے۔ ان میں ایک ابو جعفر محمد بن عبد اللہ حضرمی المعروف مطین، دوسرے ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق القاضی اور تیسرے ابو محمد عبد الرحمان بن عثمان ابن ابی نصر وغیرہ ہیں، اور خادمی کی "شرح الطریقة المحمدیة" میں ہے کہ اصول اور فروع میں تمام

جماعتیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتی ہیں، اوراسی طرح صوفیہ نسبت باطن میں اور رئیس المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں اُن کے شاگرد ہیں''۔(۱)

دوسرے اولیاء نقشبند کا کلام

اس عبارت میں تصریح ہے کہ تمام محمدی اولیاء کے امام سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں بارہ اماموں کا ذکر بھی لائے ہیں لیکن کور باطن لوگوں کے نزدیک یہ یہودیت ورافضیت ہے۔کوئی مانے یا نہ مانے لیکن آیئے ہم دوسرے مشائخ نقشبند سے بھی اس حقیقت کو ثابت کردیتے ہیں۔یہاں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ فقیر (ظہور احمد فیضی) چشتی کے ساتھ ساتھ قادری اور نقشبندی بھی ہے اور تمام اولیاء کرام کو متحد و متفق مانتا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے :ع:

متحد جانند شیرانِ خدا۔

تمام امت پر مرتضوی قطبیت

جب بقول مجدد الف ثانی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی جسدی پیدائش سے قبل بھی منبعِ ولایت تھے تو لامحالہ وہ اُمتِ مسلمہ کے تمام افراد کے لیے منبعِ ولایت اور قطبِ اعظم ہوں گے۔آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا کہ: **هُوَ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِيْ، هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِيْ ، مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.** (یعنی وہ میرے بعد تمہارا اور ہر مومن کا ولی ہے، اور میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی بھی اُس کے مولیٰ ہیں) اگر کسی کو مجدد الفِ ثانی کی یہ بات سمجھ نہ آئی ہو تو ہم اُن کی خدمت میں مزید مدلل

---

(۱) نظام الحكومة النبوية للكتاني ج٢ ص ٢٤٧، ٢٤٨۔

عبارات پیش کر رہے ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ آل عمران کی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَأَنْتُمْ تُتْلىٰ عَلَيْكُمْ اٰيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهُ.

''اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کفر کرنے لگو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں''۔

[آل عمران: ۱۰۱]

اِس کے تحت وہ پہلے قتادہ کا یہ قول لائے ہیں:

''اس آیت میں دو واضح علم موجود ہیں: [۱] اللہ کی کتاب [۲] اور اللہ کے نبی۔ پس اللہ کے نبی تو وصال فرما گئے لیکن کتابِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور کرم سے باقی رکھا ہے''۔

پھر لکھا ہے:

قُلْتُ: وَلٰكِنْ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ أَرْشَدَنَا إِلىٰ مَنْ يَّنُوْبُهُ بَعْدَهُ مِنْ خُلَفَائِهِ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''میں کہتا ہوں: لیکن اللہ جل جلالہ کے نبی ﷺ نے ہمیں اپنے بعد اُن خلفاء سے آگاہ فرمایا ہے جو قیامت تک آپ کے نائب ہوں گے''۔ (۱)

یہاں خلفاء سے مراد ولایتِ باطنی کے خلفاء ہیں، کیونکہ صحابیت قیامت تک جاری نہیں ہے، اسی لیے اس کے بعد قاضی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم اور جامع ترمذی سے

---

(۱) (التفسير المظهري ج ۲ ص ۱۰۵۔

حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے متعدد الفاظ میں حدیث الثقلین نقل فرمائی ہے، جس میں ہے کہ میں تم میں کتاب الٰہی اور اپنے اہل بیت چھوڑ رہا ہوں، یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر لکھا ہے:

قُلْتُ: أَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلىٰ أَهْلِ الْبَيْتِ لِأَنَّهُمْ أَقْطَابُ الإِرْشَادِ فِي الوَلَايَاتِ، أَوَّلُهُمْ عَلِيٌّ علیہ السلام ثُمَّ أَبْنَاءُهُ إِلَى الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيِّ، وَآخِرُهُمْ غَوْثُ الثَّقَلَيْنِ مُحْيُ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ، لَايَصِلُ أَحَدٌ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ إِلىٰ دَرَجَةِ الْوِلَايَةِ إِلَّا بِتَوَسُّطِهِمْ، كَذَا قَالَ الْمُجَدِّدُ رضی اللہ عنہ.

''میں کہتا ہوں: نبی کریم ﷺ نے اہل بیت کرام کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس لیے کہ ولایت میں وہی اقطاب الارشاد (ہدایت کے قطب) ہیں، اُن میں اول سیدنا علی علیہ السلام ہیں، پھر سیدنا حسن عسکری تک اُن کی اولاد ہے اور ان کے آخر میں غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اولین اور آخرین میں سے کوئی شخص اِن حضرات کے توسط کے بغیر درجۂ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے''۔(۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کے تحت لکھتے ہیں:

رِجَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُ إِرْشَادًا وَأَقْوىٰ تَأْثِيرًا فِي النَّاسِ

---

(۱) التفسیر المظهري ج۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶۔

بِالْجَذْبِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ مِنْ رِجَالِ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ، وَكَانَ قُطْبُ إِرْشَادِ كَمَالَاتِ الْوِلَايَةِ عَلِيٌّ عليه السلام مَا بَلَغَ أَحَدٌ مِنَ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ دَرَجَةَ الْأَوْلِيَاءِ إِلَّا بِتَوَسُّطِ رُوحِهِ رضي الله عنه، ثُمَّ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْصَبِ الْأَئِمَّةُ الْكِرَامُ أَبْنَاؤُهُ إِلَى الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيِّ وَعَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِي، وَمِنْ ثَمَّ قَالَ: وَوَقْتِي قَبْلَ قَلْبِي قَدْ صَفَا لِي، وَهُوَ عَلىٰ ذٰلِكَ الْمَنْصَبِ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمِنْ ثَمَّ قَالَ:

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
أَبَداً عَلىٰ أُفُقِ الْعُلىٰ لَا تَغْرُبُ

''اِس امت کے لوگ رشدوہدایت میں زیادہ ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لانے میں امم سابقہ کے مقابلہ میں قوی التأثیر ہیں، اور کمالاتِ ولایت کے قطبِ ارشاد سیدنا علی علیہ السلام ہیں، سابقہ امتوں میں کوئی شخص اولیاء کے مرتبہ پراُن کی مقدس روح کی وساطت کے بغیر نہیں پہنچا، پھر یہ منصب اُن کی اولاد میں ائمہ کرام کو ملا، امام حسن عسکری اور سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک، اسی لیے انہوں نے فرمایا: میرا حال اس سے قبل مصفی تھا، اور وہ قیامت تک اس منصب پر فائز رہیں گے، جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

اولین کے آفتاب ڈوب گئے اور ہمارا خورشید ہمیشہ چمکتا رہے گا کبھی نہیں ڈوبے گا''۔

---

(۱) تفسیر المظهري ج۲ ص ۱۲۲۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک اور تصنیف میں لکھتے ہیں:

صاحبِ ایں منصب عالیِ را امام وقطب ارشاد بالاصالہ نیز خوانند۔

''اِس بلند منصب والی ہستی کوامام اورقطبِ ارشاد بالاصالہ بھی کہتے ہیں''۔

پھر لکھتے ہیں: اُس ایک ہستی سے مراد سیدنا علی ﷛ کی ذات بابرکات ہے۔ پھر لکھتے ہیں: سیدنا علی ؑ کے بعد باقی گیارہ ائمہ کی طرف فیض پہنچتا ہے اور بالترتیب اُن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

۲۔ سیدنا امام حسن

۳۔ سیدنا امام حسین

۴۔ سیدنا علی بن حسین امام زین العابدین

۵۔ سیدنا امام محمد الباقر

۶۔ سیدنا امام جعفر الصادق

۷۔ سیدنا امام موسیٰ الکاظم

۸۔ سیدنا امام علی الرضا

۹۔ سیدنا امام محمد تقی

۱۰۔ سیدنا امام علی نقی

۱۱۔ سیدنا امام حسن عسکری

۱۲۔ الامام المنتظر سیدنا امام محمد مھدی علیہم السلام۔

اِس کے بعد قاضی صاحب نے لکھا ہے:

بعد وفات عسکری علیه السلام تا وقت ظهور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی این منصب بروح حسن عسکری علیه السلام متعلق بود۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد سید الشرفاء غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور تک یہ منصب امام حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق رہا''۔(۱)

جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطبِ ولایت

جب سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام اولیاء کرام کی روحوں کو فیضِ ولایت روحِ مرتضوی سے ملتا ہے تو کیا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اُن ہی سے فیض ملا؟ اِس کی توضیح قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور الصدر کلام سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں کی ہے۔ چنانچہ پہلے اُنہوں نے سورۂ ھود کی آیت [۱۷] کے الفاظ ﴿وَشَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ سے سیدنا علی علیہ السلام کی ذاتِ پاک کو مراد لیا ہے، پھر اس پر سوال قائم کرتے ہوئے لکھا ہے:

فَإِنْ قِيلَ : فَمَا وَجْهُ تَسْمِيَةُ عَلِيٍّ بِالشَّاهِدِ ؟ قُلْتُ : لَعَلَّ وَجْهَ ذٰلِکَ أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ ، فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ شَهِدَ بِصِدْقِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَالْأَوْجَهُ عِنْدِي أَنْ يُقَالَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ قُطْبَ كَمَالَاتِ الْوِلَايَةِ ، وَسَائِرُ الْأَوْلِيَاءِ حَتّٰى الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَتْبَاعٌ لَهُ فِي مَقَامِ الْوِلَايَةِ ، وَ

---

(۱) السيف المسلول فارسي ص ۲۳۰، مطبع أحمدي دهلي۔

أَفْضَلِيَّةُ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ بِوَجْهٍ آخَرِ ، كَذَا حَقَّقَ الْمُجَدِّدُ.

"اگر کہا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شاھد کہنے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہتا ہوں: شاید یہ وجہ ہے کہ اُنہوں نے تمام لوگوں سے پہلے اظہارِ اسلام فرمایا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے پہلے شاھد قرار پائے، اور میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام کمالاتِ ولایت کے قطب ہیں اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مقام ولایت میں اُن کے تابع ہیں، اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے، جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی ہے"۔(۱)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہاں اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مدنظر رکھا جائے تو بات مزید واضح ہو جائے گی۔ اُنہوں نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَايَتِمُّ شَرَفٌ إِلَّا بِوَلَايَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

"جان لو کہ کوئی مرتبہ ولایتِ علی رضی اللہ عنہ کے بغیر پورا نہیں ہوتا"۔(۲)

باقی رہے قاضی صاحب کے یہ الفاظ "وَأَفْضَلِيَّةُ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ بِوَجْهٍ آخَرِ ، كَذَا حَقَّقَ الْمُجَدِّدُ" تو ایسے الفاظ لکھنا کسی ضرورت کے تحت ہوتا ہے، ورنہ تمام بالغ النظر اہل علم پر واضح ہے کہ علی باطن کا بھی سلطان تھا اور ظاہر کا بھی، اور اِس حقیقت سے بھی اہل علم بے خبر نہیں ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم السلام پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، خواہ زبان وقلم سے کوئی اعتراف کر سکے یا نہ کر سکے۔

---

(۱) التفسير المظهري ج ٤ ص ۳۸۳۔

(۲) الصواعق المحرقة ص ۱۷۸؛ جواهر العقدين للسمهودي ص ۳۸۱؛ رشفة الصادي لأبي بكر الحضرمي ص ۱۵۲۔

فقیہ ابوالخیر اور اُن کے فرزند کا کلام

فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نوراللہ بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے فرزند علامہ محمد محبّ اللہ نوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔(۱)

فقیہ اعظم ابوالخیر کی علمی تحقیق

قاضی پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اِن دونوں عبارتوں میں ولایت کا پہلا قطب ارشاد سیدنا علی علیہ السلام کو فرمایا گیا، پھر حدیث کی روشنی میں بتایا گیا کہ قیامت تک یہ سلسلہ اُن کی اولاد میں چلے گا، اور چونکہ اہل بیت کرام علیہم السلام اور قرآن قیامت تک اکٹھے رہیں گے، لہٰذا جس طرح قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والے تمام لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے اسی طرح اہل بیت کرام علیہم السلام بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد والے تمام لوگوں کے حق میں قطبِ ارشاد ہیں، اور اولین قطب سیدنا علی علیہ السلام ہیں۔ حدیث ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ'' اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ احادیث کا یہی مفاد ہے۔

اسی حقیقت کو علمی انداز میں حضرت فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نوراللہ بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے بعد یوں بیان فرمایا ہے:

> ''ان عبارات سے امس وشمس کی طرح واضح وہویدا ہو رہا ہے کہ قطبیتِ کبریٰ اور مرکزیت حضرات اہل بیت کرام کے لئے ہی ہے اور اُن کے فیوض برکات اور وساطت سے اور بھی اقطاب ونجباء ہیں اور

---

(۱) فتاوی نوریہ ج۵ ص۱۷۷، ۱۷۸؛ مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علي، لمحب اللہ نوري ص۱۸۸۔

چونکہ قاضی کے بیان کا ماخذ اور اصل بھی یہی ہے تو لا محالہ اُن کی مراد بھی وہی ہے جس کی طرف اُن کے بیان میں واضح اشارات بلکہ تصریحات ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: **ھُمْ أَقْطَابُ الْإِرْشَادِ فِی الْوِلَایَاتِ**. "الولایات، جمع مؤنث سالم معرّف باللّام ہے جو مفید استغراق ہے تو معنی یہ بنا کہ وہ تمام ولایات میں قطب ارشاد ہیں اور اسی طرح دوسری عبارت میں "**قُطْبُ إِرْشَادِ کَمَالَاتِ الْوِلَایَۃِ**" میں بھی "الولایۃ" کا الف لام استغراقی ہے اور "کمالات" جمع مضاف بھی مفیدِ استغراق ہے تو معنی یہ بنا کہ ہر قسم کی ولایت کے ایک ایک کمال کے لیے قطب ارشاد ہیں۔

پھر اسی معنی کی توضیح کے لیے فرمایا "**لَا یَصِلُ أَحَدٌ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ إِلٰی دَرَجَۃِ الْوِلَایَۃِ إِلَّا بِتَوَسُّطِھِمْ**" یہ نفی واثبات کا حصر صاف صاف بتا رہا ہے کہ وہ ایسے قطب ہیں کہ سب اولین وآخرین اولیاء اُن کے محتاج ہیں اور سب کے کمالات کے وسائط ووسائل ہیں اور یہی معنیٰ مرکزیت کا ہے جو مکتوبات شریف کی ان عبارات سے آفتاب وماہتاب کی طرح نمایاں ہے، تو واضح ہوا کہ اہل بیت کرام کے علاوہ دوسری اقوام میں بھی متشرع ومتدین حضرات اُن کے فیوض وبرکات سے قطب ہو سکتے ہیں"۔(۱)

جلوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اوّل مستفیض کون؟

---

(۱) فتاویٰ نوریہ ج۵ ص۱۷۹، ۱۸۰۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی نبی کریم ﷺ کے قلبِ اقدس سے تجلّی اول کوقبول کرنے والی پہلی ہستی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔ چنانچہ پہلے اُنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس نور کا ذکر ﴿مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ﴾ میں کیا ہے اُس نور کو اوّلاً قبول کرنے والی حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے جسے عقل کہتے ہیں، پھر اُس نور کو سب سے پہلے اُس ذات نے قبول کیا جو حضور ﷺ کے قریب ترین تھی۔ شیخ فرماتے ہیں:

وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَسْرَارُ الْأَنْبِيَاءِ أَجْمَعِيْنَ.

''اور نبی کریم ﷺ کے قریب ترین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اسرار تھے''۔ (۱)

یہی بات امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یوں مذکور ہے:

وَكَانَ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ فِي ذٰلِكَ الْهَبَاءِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ الْجَامِعَ لِأَسْرَارِ الْأَنْبِيَاءِ أَجْمَعِيْنَ.

''اور اُس ھباء (خاص روحانی ماحول) میں تمام لوگوں سے بڑھ کر حضور ﷺ کے قریب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اسرار کے جامع ہیں''۔ (۲)

پھر یہی بات قطب گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یوں مذکور ہے:

''حضرت شیخ اکبر کا فتوحات مکیہ میں کشفی بیان ہے کہ حقیقتِ کلّیہ تجلی

---

(۱) الفتوحات المكية: الباب السادس ج١ ص ١٨٤، دار الكتب العلمية۔

(۲) اليواقيت والجواهر ص ٣٣٩۔

نوری کے ورود کے بعد ھبا ہوگئی اور اس میں سب سے پہلا تعین حقیقتِ محمدیہ کے لیے تھا۔ پھر فرماتے ہیں کے اس کے بعد "وَكَانَ أَقْرَبُ إِلَيْهِ عَلِيّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ إِمَامُ الْأَوْلِيَاءِ وَسِرُّ الْأَنْبِيَاءِ أَجْمَعِيْنَ"، یعنی اس حقیقتِ محمدیہ اور تعینِ اول سے نزدیک تر علی بن ابی طالب [رضی اللہ عنہ] تھے جو اولیاء کے امام اور انبیاء (کرام علیہم السلام) کے سِرّ یعنی راز ہیں"۔(۱)

حضرت کے ملفوظ شریف میں یہ بات یوں مذکور ہے:

"یہ موہوبی علم ہے کہ محض اللہ کے فضل سے خاصۂ اہلِ بیتِ عظام ہوا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفِ میثاق میں تمام عالم سے حقیقت محمدیہ کے قریب تر تھے۔ چنانچہ حضرت الشیخؒ نے فرمایا ہے: وَكَانَ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ فِي ذٰلِكَ الْهَبَاءِ عَلِيّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ الْجَامِعَ لِأَسْرَارِ الْأَنْبِيَاءِ" اور نیز ذوق دہلوی نے بھی رباعیٔ ذیل میں اِس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کیا جانیں گے اے ذوق بجز خاصِ عام
اعلیٰ جو علی کی ہے اِمامت کا مقام
جو لوگ صفِ اوّلِ میثاق میں تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام

اسی لیے علمِ لدُنّی کا ظہور اُن کی ذاتِ شریف سے زیادہ ہوا"۔(۲)

---

(۱) تصفیه مابین سني وشیعه ص ۵۰۔

(۲) ملفوظات مهریه ص۔

اہل بیت سے ہی قطب الاقطاب کیوں؟

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اہل بیت کرام علیہم السلام کی مخصوص طہارت کے فوائد میں قطبیتِ عظمیٰ کو اُنہی کے لیے ثابت فرمایا ہے اور اُنہوں نے اس سلسلے میں اُس اختلاف کو بھی حل فرمایا ہے جو ابو العباس المرسی رحمۃ للہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَلِذَا نَجِدُ عِبَادَ أَهْلِ الْبَيْتِ أَتَمَّ حَالاً مِنْ سَائِرِ الْعِبَادِ الْمُشَارِكِيْنَ لَهُمْ فِي الْعِبَادَةِ الظَّاهِرَةِ، وَأَحْسَنَ أَخْلَاقاً، وَأَزْكٰى نَفْساً، وَإِلَيْهِمْ تَنْتَهِي سَلَاسِلُ الطَّرَائِقِ الَّتِي مَبْنَاهَا كَمَا لَا يَخْفٰي عَلٰى سَالِكِيْهَا التَّخْلِيَةُ وَالتَّحْلِيَةُ اللَّتَانِ هُمَا جَنَاحَانِ لِلطَّيَرَانِ إِلٰى حَظَائِرِ الْقُدُسِ، وَالْوُقُوفِ عَلٰى أَوْكَارِ الْأُنْسِ، حَتّٰى ذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّ الْقُطْبَ فِي كُلِّ عَصْرٍ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مِنْهُمْ خِلَافًا لِلْأُسْتَاذِ أَبِي الْعَبَّاسِ الْمُرْسِيِّ حَيْثُ ذَهَبَ كَمَا نَقَلَ عَنْهُ تِلْمِيْذُهُ التَّاجُ بْنُ عَطَاءِ اللّٰهِ إِلٰى أَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِهِمْ.

وَرَأَيْتُ فِي مَكْتُوْبَاتِ الْإِمَامِ الْفَارُوْقِي الرَّبَّانِيِّ مُجَدِّدِ الْأَلْفِ الثَّانِيِّ قُدِّسَ سِرُّهُ مَا حَاصِلُهُ: أَنَّ الْقُطْبِيَّةَ لَمْ تَكُنْ عَلٰى سَبِيْلِ الْأَصَالَةِ إِلَّا لِأَئِمَّةِ أَهْلِ الْبَيْتِ الْمَشْهُوْرِيْنَ، ثُمَّ إِنَّهَا صَارَتْ بَعْدَهُمْ لِغَيْرِهِمْ عَلٰى سَبِيْلِ النِّيَابَةِ عَنْهُمْ حَتّٰى انْتَهَتِ النَّوْبَةُ إِلَى السَّيِّدِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْكِيْلَانِيِّ قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِيُّ، فَنَالَ مَرْتَبَةَ الْقُطْبِيَّةِ عَلٰى سَبِيْلِ

الْأَصَالَةِ فَلَمَّا عَرَجَ بِرُوحِهِ الْقُدْسِيَّةِ إِلٰى أَعْلٰى عِلِّيِّينَ نَالَ مَنْ نَالَ بَعْدَهُ تِلْكَ الرُّتْبَةَ عَلٰى سَبِيلِ النِّيَابَةِ عَنْهُ، فَإِذَا جَاءَ الْمَهْدِيُّ يَنَالُهَا أَصَالَةً كَمَا نَالَهَا غَيْرُهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ رضوان الله تعالى عليهم أجمعين،اه. وَهٰذَا مِمَّا لَا سَبِيلَ إِلٰى مَعْرِفَتِهٖ وَالْوُقُوفِ عَلٰى حَقِيَّتِهٖ إِلَّا بِالْكَشْفِ وَأَنّٰى لِي بِهٖ.

وَالَّذِي يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّي أَنَّ الْقُطْبَ قَدْ يَكُونُ مِنْ غَيْرِهِمْ، لٰكِنْ قُطْبُ الْأَقْطَابِ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْهُمْ، لِأَنَّهُمْ أَزْكَى النَّاسِ أَصْلًا، وَأَوْفَرُهُمْ فَضْلًا، وَأَنَّ مَنْ يَنَالُ مِنْهُمْ لَا يَنَالُهَا إِلَّا عَلٰى سَبِيلِ الْأَصَالَةِ دُونَ النِّيَابَةِ وَالْوِكَالَةِ، وَأَنَا لَا أَعْقِلُ النِّيَابَةَ فِي ذٰلِكَ الْمَقَامِ.

”یہی وجہ ہے کہ ہم اہلِ بیت کے عبادت گزاروں کے مقام کو ظاہری عبادت میں دوسرے عبادت گزاروں سے بڑھ کر کامل، سب سے بڑھ کر حسین اور سب سے بڑھ کر پاکیزہ پاتے ہیں، اور اُنہی کی طرف تمام سلاسلِ طریقت کی انتہا ہوتی ہے، جیسا کہ اُن حضرات پر مخفی نہیں جو تخلیہ (برائیوں سے دوری) اور تحلیہ (عبادات کے زیور) کو اپنانے کی منزل کے راہی ہیں اور یہ دونوں چیزیں حریم قدس میں اُڑان کے لیے روحانی پروں کی اور سکون کے گھونسلوں میں قرار کی حیثیت رکھتی ہیں، حتیٰ کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر زمانہ میں قطبِ وقت فقط اہلِ بیت سے ہوتا ہے، بخلاف استاذ ابو العباس المرسی کے، جیسا کہ اُن سے اُن کے شاگرد تاج الدین بن عطاء اللہ نے نقل کیا

ہے کہ انھوں نے کہا: غیر اہل بیت سے بھی قطبِ وقت ہوتا ہے۔

اور میں نے امام ربانی الفاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات میں پڑھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اہل بیت کے مشہور ائمہ کے علاوہ قطبیت براہِ راست نہیں چلی، پھر اُن کے بعد غیر اہل بیت کے لیے اُن ہی سے نیابت کے طور پر چلتی رہی، حتیٰ کہ سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ النورانی کی باری آئی تو وہ اصالۃً (براہ راست) قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے، پھر جب وہ اپنی روح مقدس کے ساتھ اعلیٰ علیین کی طرف محوِ پرواز ہوئے تو بعد والوں کو یہ رتبہ اُن کی نیابت میں ملا، پھر جب امام مھدی علیہ السلام جلوہ گر ہوں گے تو وہ دوسرے ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی طرح اصالۃً اس مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ مکتوبات کی عبارت مکمل ہوئی۔ (اِس سے آگے امام آلوسی فرماتے ہیں:)

اور اس بات کی معرفت اور اس کی حقیقت تک رسائی کشف کے بغیر نہیں ہوسکتی، اور مجھے کشف کہاں حاصل؟ اور جو چیز میرے گمان پر غالب ہے وہ یہ ہے کہ قطبِ وقت اہلِ بیت کے علاوہ بھی ہوتا ہے لیکن قطب الاقطاب فقط اہل بیت سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنی اصل (نسب) میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور فضیلت میں سب سے وسیع ہیں، اور اُن میں سے جو بھی اس مقام پر فائز ہوتا ہے اصالۃً ہوتا ہے نیابۃً یا وکالۃً نہیں، اور مجھے اس مقام میں نیابت سمجھ نہیں آتی"۔(۱)

---

(۱) روح المعاني ج ۱۲ جزء ۲۲ ص ۲۸، وط: ج ۲۱ ص ۳۱۱، ۳۱۲۔

مکتبِ فکر دیوبند کے عالم حافظ محمد ظفر اللہ شفیق صاحب نے بھی اپنی عظیم الشان اور لائقِ مطالعہ تصنیف میں اس عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے۔(۱)

استاذ العلماء بندیالویؒ کی تحقیق

استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہاں یہ امر جاننا ضروری ہے کہ صوفیہ کرام میں اختلاف ہے کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بغیر درجۂ قطبیت کسی اور کو حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بعض صوفیہ کا مذہب ہے کہ اہل بیت کا غیر قطب نہیں ہوسکتا، اور بعض کے نزدیک غیر اہل بیت بھی قطب ہوسکتا ہے لیکن قطب بالاصالۃ نہیں ہوسکتا، البتہ اہل بیت کے قطب کا نائب ہوگا، جیسا کہ حضرت امام ربانی شیخ محمد احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے، لیکن اس امر پر تقریباً اجماع ہے کہ قطب الاقطاب صرف اہل بیت سے ہوگا''۔

اس کے بعد استاذ العلماء بندیالوی نے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہما کی مذکورہ بالا عبارت کا آخری پیراگراف بطور دلیل نقل فرمایا ہے۔(۲)

فقط کتابی مطالعہ ہی کافی ہے؟

خیال رہے کہ بعض علماء نے حدیث شریف ''إِنَّ اللّٰـهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلىٰ رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ'' اور مشہور حدیث ''مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ''

---

(۱) امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا ص ۲۷۱

(۲) مقدمة: فيوضاتِ حسنية للبنديالوي ص ۵۷، ۵۸۔

سے بھی قطبیتِ عظمیٰ اہل بیت کے لیے ثابت فرمائی ہے، لیکن مذکورہ بالا ساری گفتگو ہو یا اِن احادیث سے استدلال کی بات ہو، سب کو سمجھنے کے لیے محض خرد و مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ محبت، عشق اور وجدان بھی درکار ہے۔ جس ڈگر پر بعض خشک ملاں اور زائغین چل پڑے ہیں اُس سے انسان مرکز سے دور ہو جاتا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام امت کو حکم دیا ہے کہ کتاب اللہ (سنت بھی اسی میں شامل ہے) اور اہل بیت کے ساتھ وابستہ رہو، یعنی ع:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

یا اللہ العالمین! ہمیں علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن بھی عطا فرما اور خرد کے ساتھ ساتھ ذوق وجنوں بھی عطا فرما۔ آیئے! میرے ساتھ آپ بھی رب العالمین جل جلالہ کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کر کے التجا کیجئے، یا اللہ!

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر ۔۔۔ شریکِ زمرۂ لا یحزنون، کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں ۔۔۔ مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

(بالِ جبریل ص ۸۷؛ کلیاتِ اقبال ۳۷۹)

شاہ عبدالعزیز کی مزید تحقیق

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) کے لیے چار چیزیں ثابت فرمائیں۔ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنیہ۔ اس پر بعض لوگوں کو اشکال پیدا ہوا تو اُنہوں نے وہ اشکال شاہ صاحب کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس لکھ بھیجا۔ سوال میں چونکہ عصمت پر تشویش کا زیادہ اظہار کیا گیا تھا اِس لیے شاہ صاحب نے بھی اسی پر زیادہ توجہ دی اور اِس کو ائمہ اثنا عشر کے لیے عصمتِ وجوبی کے طور پر نہیں بلکہ عصمتِ جوازی کے طور پر ثابت فرمایا اور آخر میں لکھا:

بالجملہ اثبات این صفات اربعہ عند التحقیق نہ مخالف

اھل سنت است گو ظاھر بینان از اطلاق این الفاظ تحاشی

نمایند، ونہ مخالف تفضیل شیخین کہ مجمع علیہ جمیع

اھل حق است۔

''خلاصہ یہ ہے کہ از روئے تحقیق ان چار صفات کا (بارہ اماموں کے لیے) ثابت کرنا نہ مذہب اہل سنت کے خلاف ہے، اگرچہ ظاہر بین حضرات ان الفاظ کے استعمال سے گھبرائیں گے اور نہ شیخین کی افضلیت کے خلاف ہے جس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے''۔(۱)

علامہ شرف قادری کی تحقیق

ہم نے شاہ عبدالعزیز کے فارسی کلام کا ترجمہ علامہ شرف قادریؒ کی تصنیف سے نقل کیا ہے۔علامہ اس کے بعد بعض ظاہر بین لوگوں کی تردید میں لکھتے ہیں:

''اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک بارہ امام نہ صرف روحانی پیشوا ہیں بلکہ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیتِ باطنیہ چاروں صفات کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیض اوّلاً اُن پر نازل ہوتا ہے اور اُن کے واسطہ سے دوسروں تک پہنچتا ہے''۔(۲)

ایک اور مقام میں علامہ شرف قادری شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کی عبارت نقل کرتے

---

(۱) فتاوی عزیزي ص۱۲۹؛البریلویة کاتحقیقي وتنقیدي جائزہ ص ۱۵۱۔

(۲) البریلویة کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص۱۵۱،۱۵۲۔

ہوئے لکھتے ہیں:

ومعنی امامت کہ در اولاد حضرت امیر باقی ماند ویکی مر دیگرے راوصی آں می ساخت ھمیں قطبیتِ ارشاد ومنبعیتِ فیض ولایت بود، لہٰذا الزام ایں امر بر کافۂ خلائق از ائمہ اطہار مروی نشدہ بلکہ یارانِ جیدہ و مصاحبانِ برگزیدہ خود را بآں فیض خاص مشرف می ساختند وھریکی رابقدر استعداداو بایں دولت می نواختند۔

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں جو امامت باقی رہی اور ان میں سے ایک، دوسرے کو وصی بناتا رہا۔ وہ یہی قطبیت ارشاد اور فیض ولایت کا منبع ہونا تھا، اسی لیے ائمہ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کہ اُنہوں نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ دوستوں اور منتخب مصاحبوں کو اس فیض خاص سے مشرف فرماتے تھے، اور ہر ایک کو اُس کی استعداد کے مطابق اِس دولت سے نوازتے تھے''۔[تحفہ اثنا عشریہ ص۲۱۴] (۱)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ اگلی عبارت کو چشمِ بصیرت کے لیے سرمہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نیز پچھلے امام مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا تمام اہل سنت کے مقتدا اور پیشوا ہوئے ہیں کہ اہل سنت کے علماء مثلاً زہری،

---

(۱) البریلویۃ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص۱۵۲۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اُس وقت کے صوفیاء مثلاً حضرتمعروف کرخی وغیرہ نے اُن حضرات سے کسبِ فیض کیا اور مشائخ طریقت نے اُن حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور اہل سنت کے محدثین نے اُن بزرگوں سے فن خصوصاً تفسیر وسلوک میں احادیث کے دفتروں کے دفتر روایت کیے ہیں"۔[تحفہ اثناء عشریہ ص۲۳۳] (۱)

مرتضوی خلافتِ بلافصل پر معتدل قول

روافض آیت مبارکہ ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ﴾ [المائدۃ:۵۵] کی شانِ نزول کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مطلقاً خلیفہ اول بلافصل ثابت کرتے ہیں اور اہل سنت جہاں اُن کے اس استدلال کو مسترد کرتے ہیں وہیں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بلافصل باطنی خلافت کا قول بھی کرتے ہیں، جیسا کہ ہم شارح "النبراس" قاضی برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں۔ نیز علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ روافض کی تفصیلی تردید کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ آیت محدثین عظام کے نزدیک سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی، اور امامیہ جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اِس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بلافصل خلافت کی دلیل لیتے ہیں، اور ہم نے جو اُن کی تردید کی ہے اُسے بھی آپ پڑھ چکے ہیں، والحمدللہ سبحانہ۔ اور بہت سے صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم نے بھی

---

(۱) البريلوية کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص۱۵۲،۱۵۳۔

اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کے بعد مولیٰ علی کی بلا فصل خلافت کا قول کیا ہے مگر اُن کے نزدیک یہ خلافتِ باطنیہ ہے، جس سے رشد و ہدایت، امداد و تربیت اور روحانی تصرف مراد ہے نہ کہ وہ ظاہری خلافت جس کے مقاصد میں ظاہری حدود کے قیام، لشکروں کی تیاری، اسلام کے دفاع اور تیر و تلوار سے دشمنوں کا قلع قمع کرنا آتا ہے۔ یہ خلافت اُن (صوفیہ) کے نزدیک اُسی ترتیب کے مطابق ہے جیسا کہ اہل سنت کے مذہب میں واقع ہوئی، اور اُن کے نزدیک دونوں خلافتوں کے مابین فرق ایسا ہے جیسا کہ چھلکا اور مغز میں، سو باطنی خلافت ظاہری خلافت کا مغز ہے، اِس سے اسلام کی حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اور ظاہری سے اسلام کے ظاہر کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اور ہر دور میں یہ مرتبہ قطبِ وقت کا ہوتا ہے، اور کبھی یہ باطنی خلافت ظاہری خلافت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا علی علیہ السلام کی ذات میں اُن کی حکومت کے ایام میں جمع ہوگئی تھی اور جیسا کہ سیدنا امام مھدی علیہ السلام کے ظہور کے ایام میں اُن میں جمع ہو جائے گی، یہ اور نبوت رضاعی بہنیں ہیں، اسی طرف نبی کریم ﷺ سے منقول اِس ارشاد میں اشارہ ہے کہ: ''میں اور علی ایک نور سے پیدا کئے گئے'' اور یہ خلافت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔

اسی لیے اہل اللہ عزوجل کے سلاسل کی انتہا اُن ہی پر ہوتی ہے ماسوا اُن معززین کے جن کے سلسلہ کی انتہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر

ہوتی ہے، جیسا کہ ہمارے نقشبندیہ سادات، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے علوم سے نفع عطا فرمائے، تاہم اس سلسلہ کا ورود سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر بھی ہوتا ہے، اور خلافت کی یہ تقسیم بعض عرفاء کرام نے اُن احادیث کے مابین مطابقت کے طور پر فرمائی ہے جن میں واضح طور پر یا اشارۃً ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد معروف ترتیب کے مطابق خلافت کا ذکر ہے، اور جن میں صراحۃً یا اشارۃً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی بلافصل خلافت کا ذکر ہے، پس انہوں نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت میں وارد ہونے والی احادیث کو خلافتِ ظاہری پر محمول کیا ہے، اور امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت میں وارد ہونے والی احادیث کو خلافتِ باطنی پر محمول کیا ہے اور چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کی خلافت کی حقیت کا قول کیا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قول امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر افضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور بعض نے تو افضلیت کی تصریح بھی فرمائی ہے اور کہا ہے کہ مفضول کی ظاہری خلافت افضل کی موجودگی میں جائز ہے، لیکن ہم شیخ اکبر قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی شخص نہیں ہے، اور اُن کا مقصود مرتبۂ فضیلت کے سوا کچھ نہیں، خوب سمجھئے"۔(۱)

روح المعانی میں شیخ اکبر کے قول پر ایک نظر

---

(۱) تفسیر روح المعاني ج ٤ جز ٦ ص ٢٧٣، ٢٧٤، وط: ج٧ ص ٣٠٥، ٣٠٦۔

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی اِس عبارت میں صوفیہ کرام کی طرف سے مختلف احادیث کے مابین جو مطابقت بیان فرمائی گئی ہے وہ بہت عمدہ ہے اور اکثر صوفیہ کرام کا یہی نظریہ ہے، لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل عبارت کے آخر میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے جہاں وہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول محسوس نہیں ہوتا وہیں ہمیں اُس کی صحت میں بھی شک ہے، کیونکہ ہمارے سامنے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے برعکس ایسا کلام موجود ہے جس میں وہ کسی کو بھی اہل بیت کے برابر نہیں سمجھتے، چنانچہ وہ ایک مقام میں عظمت اہل بیت علیہم السلام کے متعلق مومن کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَلَا تَعْدِلْ بِأَهْلِ الْبَيْتِ خَلْقًا

فَأَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ أَهْلُ السِّيَادَهْ

فَبُغْضُهُمْ مِنَ الْإِنْسَانِ خُسْرٌ

حَقِيْقِيٌّ وَحُبُّهُمْ عِبَادَهْ

''پس تم کسی مخلوق کو اہل بیت کے برابر مت بناؤ، اہلِ بیت ہی اہلِ سیادت ہیں۔ پس کسی انسان کا اُن سے بغض رکھنا حقیقی نقصان ہے اور اُن کی محبت عبادت ہے''۔(۱)

نیز شیخ اکبر خلافت کی ظاہری ترتیب کو برحق ماننے کے باوجود اُس ترتیب کے مطابق افضلیت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ باب نمبر تین سو تین میں آیت مبارکہ ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ [الرعد: ۱۴] (اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کررہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، خوشی اور

(الفتوحات المکیۃ ج۷ ص ۲۵۵؛ مہر منیر ص ۲۰)

مجبوری سے) کے تحت لکھتے ہیں:

’’پس جب اُس خالق کو جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے، بعض چیزیں مجبوراً سجدہ کرتی ہیں تو پھر اُس کی مخلوق میں جو مرسلین علیہم السلام اُس کے خلفاء اور نائب ہیں اُن کا کیا حال ہوگا؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات کا کیا حال ہوگا؟ پس ناگزیر ہے کہ کوئی خوشی سے طاعت میں داخل ہوگا اور کوئی مجبوری سے مگر مجبوری بایں معنیٰ کہ اُسے کوئی شبہہ ہوگا جبکہ وہ دین دار ہو، یا وہ خواہش کا پیروکار ہوگا جبکہ وہ دین دار نہ ہو۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناپسندیدہ جانا تو خواہش نفس کی بنا پر نہیں، وہ خواہش نفس سے دور تھے، یہی اُن کے ساتھ حسنِ ظن کا تقاضا ہے، لیکن اُسے کوئی شبہ تھا جس پر وہ قائم رہا، اُس کی رائے میں وہ اُن سے خلافت کا زیادہ حقدار تھا لیکن یہ اُس کے خیال میں تھا علمِ الٰہی میں ایسا نہیں تھا۔

فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَبَقَ عِلْمُهُ بِأَنْ يَّجْعَلَهُ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ وَكَذٰلِكَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنَ ، وَلَوْتَقَدَّمَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ لَمَاتَ أَبُوْبَكْرٍ فِي خِلَافَةِ مَنْ تَقَدَّمَهُ ، وَلَابُدَّ فِي عِلْمِ اللّٰهِ أَنْ يَّكُوْنَ خَلِيْفَةً فَتَقَدَّمَهُمْ بِالزَّمَانِ بِأَنَّهُ أَوَّلُهُمْ لُحُوْقًا بِالْآخِرَةِ ، فَكَانَ سَبَبُ هٰذَا التَّرْتِيْبِ فِي الْخِلَافَةِ تَرْتِيْبَ أَعْمَارِهِمْ ، فَلَا بُدَّ أَنْ يَّتَأَخَّرَ عَنْهَا مَنْ يَتَأَخَّرُ مُفَارِقَتُهُ لِلدُّنْيَا لِيَلِيَ الْجَمِيْعَ ذٰلِكَ الْمَنْصَبُ ، وَفَضْلُ بَعْضِهِمْ عَلٰى

بَعْضٍ مَصْرُوفٌ إِلَى اللهِ هُوَ الْعَالِمُ بِمَنَازِلِهِمْ عِنْدَهُ.

''بے شک اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اُنہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا اور اسی طرح حضرات عمر، عثمان، علی اور حسن رضی اللہ عنہم کو بھی۔ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبل کوئی اور شخص خلیفہ ہو جاتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس کے دورِ خلافت میں ہی وفات پا جاتے، اور علم الٰہی میں اُن کا خلافت میں تقدم لازم تھا کیونکہ وہ پہلے آخرت میں جانے والے تھے، پس اُن کی خلافت کی یہ ترتیب اُن کی عمروں کی ترتیب کے مطابق تھی، لہٰذا ضروری تھا کہ جو دنیا چھوڑنے میں متاخر ہو وہ خلافت میں بھی متاخر ہو، تاکہ یہ منصب سب کو ملے، اور اُن میں سے بعض کی بعض پر فضیلت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہی ذات اپنے ہاں اُن کے مراتب کو جانتی ہے''۔(۱)

اس مفہوم کو امام شعرانی نے بھی تلخیص و تسہیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(۲)

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع کی حکمت میں لکھتے ہیں:

الَّذِي أَمَرَنَا اللهُ أَنْ نَتَّبِعَ مِلَّتَهُ لِتَقَدُّمِهِ فِيهَا لَا لِأَنَّهُ أَحَقُّ بِهَا مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَلِلزَّمَانِ حُكْمٌ فِي التَّقَدُّمِ لَا فِي الْمَرْتَبَةِ كَالْخِلَافَةِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّذِي كَانَ مِنْ حِكْمَةِ اللهِ

---

(۱) الفتوحات المكية ج ۵ ص ۲۹، وط: ج ۵ ص ۳۲، ۲۴۔

(۲) اليواقيت والجواهر ج ۲ ص ۷۴، وط: ص ۴۳۹؛ الكبريت الأحمر بهامش اليواقيت والجواهر ج ۲ ص ۸، وط: ص ۳۵۱، وط: مفردة ص ۸۵۔

تَعَالىٰ أَنَّهُ أَعْطَاهَا أَبَابَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيًّا بِحَسْبِ أَعْمَارِهِمْ ، وَكُلٌّ لَّهَا أَهْلٌ فِيْ وَقْتِ أَهْلِيَّةِ الَّذِي قَبْلَهُ ، وَلَا بُدَّ مِنْ وِلَايَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ وَخَلْعَ الْمُتَأَخِّرِ لَوْ تَقَدَّمَ لَا بُدَّ مِنْهُ ، حَتّٰى يَلِيَ مَنْ لَا بُدَّ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ سَابِقِ عِلْمِهٖ مِنَ الْوِلَايَةِ فَرَتَّبَ اللّٰهُ الْخِلَافَةَ تَرْتِيْبَ الزَّمَانِ لِلْأَعْمَارِ حَتىٰ لَا يَقَعُ خَلْعٌ مَعَ الْإِسْتِحْقَاقِ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ مُتَقَدَّمٍ وَ مُتَأَخِّرٍ ، وَمَا عَلِمَ الصَّحَابَةُ ذٰلِکَ إِلَّا بِالْمَوْتِ ، وَ مَعَ هٰذَا الْبَيَانِ الْإِلٰهِيِّ فَبَقىٰ أَهْلُ الْأَهْوَاءِ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ مَعَ إِبَانَةِ الصُّبْحِ لِذِيْ عَيْنَيْنِ بِلِسَانٍ وَشَفَتَيْنِ ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعِصْمَةَ مِنَ الْأَهْوَاءِ.

’’اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں اُن کی ملت کی اتباع کا حکم فرمایا ہے تو اُن کے زمانے کے تقدم کی وجہ سے فرمایا ہے، نہ کہ اس لیے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ سے زیادہ حق دار تھے، پس زمانہ کی وجہ سے تقدم کا حکم ہے نہ کہ مرتبہ کی وجہ سے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت میں حکمتِ الٰہی یہ تھی کہ اُس نے حضرت ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا فرمائی، اُن کی عمروں کے مطابق، اور اُن میں سے ہر ایک اپنے سے پہلے خلیفہ کی خلافت کے وقت میں خلافت کا اہل تھا، اور خلافت ہر ایک کے لیے ضروری تھی، اگر (وفات کے لحاظ سے) متاخر کو پہلے خلیفہ بنا دیا جاتا تو (وفات کے لحاظ سے) مقدم خلافت سے رہ جاتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں اُس کی

خلافت ناگزیر تھی، پس اللہ تعالیٰ نے خلافت کو عمروں کی زمانی ترتیب کے مطابق کر دیا تاکہ اُن میں سے کوئی بھی استحقاق کے باوجود تقدم وتأخر کے باعث خلافت سے رہ نہ جائے۔ صحابہ کرام ﷺ نے اس حکمت کو نہ جانا مگر خلفاء کرام ﷺ کے انتقال سے، پس اس بیانِ الٰہی کے باوجود ہواپرست لوگ اس میدان میں مغز ماری کررہے ہیں، حالانکہ دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ رکھنے والے شخص پر صبح کے اُجالے کی طرح معاملہ واضح ہے، ہم خواہش پرستی سے اللہ ﷻ کی پناہ میں آتے ہیں''۔(۱)

امام شعرانی کا ایک محلِ نظر کلام

اس کلام کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں امام شعرانی نے بھی ذکر کیا ہے، لیکن اُن سے ایک ایسا اضافہ ہو گیا جسے شیخ اکبرؒ کے کلام سے کوئی تعلق نہیں، اور وہ یہ ہے:

وَكَانَ الشَّيْخُ مُحيِى الدِّيْنِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: تَقْدِيْمُ أَبِيْ بَكْرٍ فِي الْفَضْلِ عَلىٰ عُمَرَ قَطْعِيٌّ وَتَقْدِيْمُ عُمَرَ عَلىٰ غَيْرِهٖ ظَنِّيٌّ.

''شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ فضیلت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تقدیم قطعی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیم دوسروں پر ظنی ہے''۔(۲)

---

(۱) الفتوحات المكية ج۷ص۴۹۸وط: ج۷ص۴۰۴۔

(۲) اليواقيت والجواهر ج۲ص۷۶، وط: ص۴۴۲؛ الكبريت الأحمر بهامش اليواقيت والجواهر ج ۲ ص۹، وط: ص۳۵۲، وط: مفردة ص۸۵۔

امام شعرانی نے لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے "الفتوحات المكية" کے باب پانچ سو اٹھاون [۵۵۸] میں اسم الٰہی "المُعطِي" کے تحت مذکورہ بالا کلام فرمایا ہے، لیکن "الفتوحات المكية" میں یہ ذکر اسم الٰہی "المُعطِي" کے تحت نہیں بلکہ اسم الٰہی "الشافي" کے تحت ہے اور اس میں قطعی یا ظنی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ کا مذکورہ جملے کو شیخ کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں، کیونکہ کسی شخص کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے اختلاف کرے لیکن یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اُس کی طرف وہ بات منسوب کرے جو اُس کا قول ہی نہ ہو۔

قطعیت وظنیت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہی نہیں، چنانچہ اُنہوں نے مذکورہ بالا گفتگو کی طرح اسم الٰہی "الآخر" کے تحت بھی گفتگو فرمائی ہے، اور اُس کے آخر میں اپنا نظریہ یوں بیان کیا ہے:

فَمَا قَدَمَ مَنْ قَدَمَ مِنهُمْ لِكَوْنِهِ أَكْثَرَ أَهْلِيَّةً مِنَ الْمُتَأَخِّرِ مِنهُمْ فِي نَظَرِي ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

"میرے مطابق اُن میں سے جس نے سبقت کی تو اُس نے متأخر سے زیادہ اہلیت کی بنا پر سبقت نہیں کی، واللہ اعلم"۔(۱)

بظاہر یہ شاید کسی کو عجیب لگے لیکن درحقیقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات متعدد فرامینِ نبویہ ﷺ کے عین مطابق ہے۔

اہل بیت میں ولایتِ باطنیہ پر تکوینی شہادت

واقعاتی، عملی اور تکوینی طور پر اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) الفتوحات المكية ج۸ ص ۲۴، وط: ج۸ ص ۲۱۔

نے شریعتِ محمدیہ کو آخری شریعت، پھر یہ شریعت جس کتاب پر مبنی ہے اُس کو آخری کتاب، اس شریعت کے نبی کو آخری نبی اور اس کی اُمت کو آخری امت بنایا ہے، اور چونکہ اب قیامت تک کسی اور نبی، کسی اور کتاب اور کسی اور شریعت نے نہیں آنا تھا اس لیے قادرِ مطلق نے اِس آخری شریعت کی اور آخری کتاب کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر ایک طرف اس کتاب کو حفظ کرنا آسان فرمادیا تو دوسری طرف اس آخری کتاب کی تشریح میں بطورِ حکمت وسنت جو کلام نازل فرمایا تکوینی طور پر اُس کی حفاظت کا بھی ایسا شان دار بندوبست فرمادیا کہ پچھلی امتوں اور موجودہ دور کے غیر مسلموں میں اس کی قطعاً کوئی مثال نہیں ملتی ۔ بتلائیے! تدوینِ حدیث، علم اصولِ حدیث، اسماء الرجال وغیرہا علوم کی مسلمانوں کے علاوہ کہیں اور مثال ملتی ہے؟

قادرِ مطلق ﷻ کی تکوین پر قربان کہ اُس نے اپنے محبوب ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی حفاظت کا اس حد تک تو انتظام فرمایا کہ قرونِ اولیٰ کے کسی مسلمان کو جب کسی شخص سے حدیثِ نبوی ﷺ مل جاتی تو وہ فقط ایک راوی کا واسطہ کم کرنے اور اُس حدیث کی مزید تصدیق کرنے کی خاطر مسلسل کئی کئی ماہ کی مسافت طے کرتا اور پہلے سے حاصل شدہ حدیث کو مطلوبہ شخص سے سن کر اُسی لمحے واپس چلا آتا۔ بتلائیے! کیا گزشتہ امتیں اپنے قوائے جسمانی کے لحاظ سے اِس امت سے کم تھیں؟ ہر گز نہیں! پھر کیا وجہ ہے، اُن میں یہ ولولہ کیوں نہیں تھا؟ اس لیے نہیں تھا کہ مشیت ایزدی کو منظور نہیں تھا، لیکن اُمتِ مسلمہ آغاز سے اب تک اپنے نبی کی کتاب اور اُس کی حدیث کی حفاظت پر جو مسلسل جُتی ہوئی (کمربستہ) ہے تو یہ محض قادرِ مطلق ﷻ کا امرِ تکوینی ہے جو بباطن کارفرما ہے۔

قارئین کرام! جس طرح کتاب وسنت کو قیامت تک تکوینی انتظام کے تحت

باقی رکھا گیا ہے اسی طرح حوضِ کوثر پر اکٹھے وارد ہونے تک کتاب کے ساتھ اہل بیت کو بھی باقی رکھا گیا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا گیا کہ تمام نسب منقطع ہو جائیں گے ماسوا نسب نبوی ﷺ کے۔ اب تک جو اکثر سادات کرام اپنی لختِ جگر کا نکاح کسی غیر سید سے کرنا گوارا نہیں فرماتے، حتیٰ کہ بعض سادات اور علماء کرام اس مناکحت کو حرام تک قرار دیتے ہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فقط یہی کہ اس احتیاط میں مشیتِ الٰہی شامل ہے۔ تسلیم کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے تاہم جو حضرات نکاحِ سیدہ با غیر سید کے جواز کے قائل ہیں ادب و تحفظات اُن میں بھی پائی جاتے ہیں، اور یقیناً اِس ادب و اختلاف میں نسبِ نبوی ﷺ کی بقا کا راز مضمر ہے۔ سو جس طرح ایک طرف ایک طبقہ قرآن کریم حفظ کر کے بھول جاتا ہے تو دوسری طرف اکثر لوگوں کے یاد رکھنے کی وجہ سے قرآن کریم محفوظ بھی تو ہے۔ اسی طرح اگر ایک طرف کچھ سادات کرام مناکحت میں احتیاط سے کام نہیں لیتے تو دوسری طرف نسبِ نبوی ﷺ کی حفاظت کرنے والے سادات کرام بھی تو موجود ہیں اور یقیناً اُن ہی کی بدولت قادر مطلق جل جلالہ نے نسبِ نبوی ﷺ کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔

"وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ" اور آل پاک

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نسل پاک کی اس قدر حفاظت کیوں؟ جواباً عرض ہے: اس لیے کہ کتاب وسنت سے ظاہر سنورتا ہے اور آل رسول کی مقدس ارواح کی بدولت باطن سنورتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح مادی طور پر دو چیزوں کے ملاپ کے بغیر ثمر کا حصول عادتاً ناممکن ہے اسی طرح دو روحوں کے ملاپ کے بغیر عادتاً روحانی ثمر کا حصول بھی ناممکن ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح آل رسول ﷺ کی مقدس ارواح سے دوسری ارواح کو فیض ملتا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ایک مادی حقیقت میں

غور کرنا ہوگا۔

یہ قانونِ فطرت ہے کہ کوئی پھل دار درخت اُس وقت تک پھل نہیں دیتا جب تک کہ اُس کو دوسرے درخت کی تاثیر نہ پہنچے۔ قدرتی نظام کے تحت نر درختوں سے مادہ درختوں کو ایک اثر پہنچتا ہے تو جو درخت اُس اثر کو قبول کرتا ہے وہی بار آور ہوتا ہے اور جو قبول نہیں کرتا وہ بانجھ رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ.

''اور ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر''۔(الحجر: ۲۲)

اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں:

''علماءِ تفسیر نے ہواؤں کو ''لواقح'' کہنے کی متعدد وجوہ ذکر کی ہیں: یا تو اس لیے ہواؤں کو ''لواقح'' کہا جاتا ہے کہ یہ بارش کے پانی کو بادلوں کے مشکیزوں میں اُٹھائے ہوئے آتی ہیں یا اس لیے کہ بادلوں میں یہ اُس رطوبت کو ملاتی ہیں جس سے اُن سے بارش برسنے لگتی ہے، یا اس لیے انہیں ''لواقح'' کہا گیا کہ یہ درختوں کو باردار کرتی ہیں یعنی نر درختوں کے گابھوں کو لے کر مادہ درختوں کے گابھوں میں جا کر ڈالتی ہیں''۔

ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰوَاقِحَ فَتَلْقَحُ الشَّجَرَ.

''پھر اللہ تعالیٰ لواقح ہواؤں کو بھیجتا ہے جو درختوں کو باردار کرتی ہیں''۔ [قرطبی] (۱)

---

(۱) ضیاء القرآن ج۲ ص ۵۳۷، ۵۳۸۔

سو جس طرح ''رِیَـــاح'' (ہواؤں) کے ذریعے نباتات باہم فیض رساں اور فیض یاب ہوتے ہیں اسی طرح ''أرواح'' (روحوں) کی باہمی ملاقات سے ایک روح دوسری روح سے فیضیاب ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنِ لَتَلْتَقِيَانِ عَلٰى مَسِيْرَةِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَمَارَآى وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ.

''اہل ایمان کی روحیں ایک دن اور رات کی مسافت کے باوجود باہم ملاقات کرتی ہیں، حالانکہ اُن میں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا نہیں ہوتا''۔(۱)

معلوم ہوا کہ جس طرح ''ریـــاح'' (ہواؤں) کی بدولت اشجار میں باہم فیض رسانی ہوتی ہے اسی طرح قدرتی امر سے ''أرواح'' کی ملاقات سے باہم فیض رسانی ہوتی ہے۔ یہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا درجِ ذیل کلام ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجیے:

''قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما دیتا ہے کہ فیض الٰہی اوّلاً اور بالذات اُس پر نازل ہوتا ہے، پھر اُس سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر کوئی اُن سے کسب فیض نہ کرے، جیسے سورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اولاً وہ روشن دان روشن ہوگا اور اُس کے واسطہ

---

(۱) مسند أحمد ج۲ ص ۱۷۵ ح ۶۶۳۶ وص ۲۲۰ ح ۷۰۴۸؛ الأدب المفرد ح ۱۶۱ ؛ الجامع في الحديث للمصري ص ۲۶۸ ح ۱۸۰ ؛ كتاب الروح ص ۱۳۶ ؛ شرح الصدور للسيوطي ۹۷۔

سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی، اس کو قطب ارشاد بھی کہتے ہیں''۔(۱)

اہل بیت میں ''قطبیت'' حدیث کی روشنی میں

بعض زائغین نے اہل بیت میں قطبیت کے اجراء کو رافضیت اور یہودیت قرار دیا اور عوام الناس کو مرعوب کرنے کی خاطر کہا:

''ہم نے اسے رافضیانہ حرکت کیوں کہا اور یہودیانہ حرکت کیوں کہا؟ خردو مطالعہ باید''۔(۲)

افسوس! کتاب وسنت کے مطابق بات کو بعض نواصب نے رافضیت ویہودیت سمجھ لیا۔ یاد رکھیے! اہل بیت سے روحانی تمسک کو یہودیت قرار دینا اُس صورت میں درست ہوتا جب خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے اعلان ہوتا کہ اب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوی فیضِ ولایت کسی دوسری قوم کو دے دیا گیا اور پھر اُس اعلان کے باوجود کچھ لوگ یہود ونصاریٰ کی طرح حسد کا شکار ہو کر اُس ولایت کو اپنی قوم سے باہر تسلیم نہ کرتے تو تب اِس قول کو یہودیانہ حرکت کہنا درست ہوتا، لیکن جب ﴿صِرَاطَ الَّذِيۡنَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾ کے ساتھ ساتھ ''إِنِّيۡ تَارِكٌ فِيۡكُمُ الثَّقَلَيۡنِ'' کا حکم حوض کوثر پر پہنچنے تک بلا نسخ قائم ودائم ہے اور قرآن واہل بیت کا تعلق بلا انقطاع تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے تو پھر اس سلسلے سے مربوط شخص تو کتاب وسنت کا مطیع ومتبع ہوا، اُسے

---

(۱) فتاوی عزیزي فارسي ص۱۲۹ ؛ البريلوية کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص۱۵۱۔

(۲) ضربِ حیدری ص۱۸۷۔

یہودی قرار دینا کہاں کی شریعت اور کیسی خرد مندی ہے؟

اہل بیت میں قطبیت کا قول رافضیت کیسے؟

اس قول کے قائل کو رافضی کہنا بھی خرد و مطالعہ کے منافی ہے، کیونکہ روافض میں قطبیت وغیرہ کا کوئی تصور نہیں، وہ روحانیت کو اہل بیت میں محصور سمجھتے ہیں، امام زمانہ پر انحصار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن میں پیری مریدی کا بھی کوئی تصور نہیں، جبکہ اہل سنت کے ہاں غیر اہل بیت سے بھی روحانی فیض کا عطا ہونا ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے، البتہ اہل سنت کے ہاں روحانیت کا منبع اہل بیت کرام علیہم السلام ہیں جیسا کہ ہم اس پر متعدد صوفیہ اور علماء اہل سنت کی تصریحات پیش کر چکے ہیں، خصوصاً شیخ اکبر، علامہ آلوسی، استاذ بندیالوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی اور مجدد الف ثانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات۔ مؤخر الذکر دو نقشبندی بزرگوں میں سے اول الذکر نے سیدنا علی علیہ السلام کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بھی قطب لکھا ہے اور مؤخر الذکر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اُن کی جسدی پیدائش سے بھی قبل اس مقام پر فائز اور فیض رساں لکھا ہے، لہٰذا ایمان سے بتلائیے! جب اہل سنت غیر اہل بیت شخص کو بھی قطب تسلیم کرتے ہیں لیکن قطب الاقطاب ہر دور میں اہل بیت سے تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ رافضی حرکت کیسے ہوئی؟ اہل خرد و مطالعہ بتلائیں کہ اس موقف کی رافضیت سے کہاں مماثلت ہے؟

علمِ باطن کی اہمیت

مرتضوی علمِ باطن کی بحث میں مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ حصولِ علمِ باطن پر بھی بات ہو جائے، کیونکہ انسان کے اندر اگر علمِ باطن کا کچھ بھی حصہ نہ ہو تو محض ظاہری علم ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، اسی لیے صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حصولِ علمِ

باطن کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ سیدی احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یَا بُنَـيَّ ! اِجْتَهِـدْ فِي تَـعَلُّمِ عِلْمِ السِّرِّ ، فَإِنَّ بَرَكَتَهُ كَثِيرَةٌ ، أَكْثَرُ مِـمَّـا تَـظُـنُّ. يَا بُنَيَّ ! مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمَ الْعَلَانِيَةِ دُونَ عِلْمِ السِّرِّ هَلَكَ ، وَهُوَ لَا يَشْعُرُ.

يـابُـنَـيَّ ! إِنْ أَرَدْتَّ أَنْ يُّـكْرِمَكَ اللّٰهُ بِعِلْمٍ فَعَلَيْكَ بِبُغْضِ الدُّنْيَا وَاعْرِفْ حُرْمَةَ الصَّالِحِيْنَ.

''بیٹے! علم باطن سیکھنے میں کوشش کرو، بے شک اس کی برکت بہت زیادہ ہے، اُس سے زیادہ ہے جو تم خیال کرتے ہو۔ بیٹے! جس شخص نے علم باطن کے بغیر صرف علم ظاہر سیکھا تو وہ ہلاک ہوگیا اور اسے شعور بھی نہ ہوا۔ پیارے بیٹے! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں علم باطن سے سرفراز فرمائے تو تم پر لازم ہے کہ دنیا سے محبت نہ کرو اور صالحین کی عظمت پہچانو''۔(۱)

اس عبارت کے پہلے دو جملوں میں علم باطن کے حصول کی تلقین ہے اور تیسرے جملہ میں اس کے حصول کے ابتدائی طریقہ کا ذکر ہے۔

علم باطن کے لیے الگ کوئی Course [نصاب] نہیں ہوتا بلکہ علمِ ظاہر پر عمل کرنے سے بتدریج قلب کو جو روشنی ملتی رہتی ہے وہی علم باطن ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جس طرح بتدریج علم ظاہر سے انسان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اسی طرح اگر علمِ ظاہر پر عمل کیا جائے اور اُسے قلب پروارد کیا جائے تو جس قدر اُس کا قلب پرورِدہ ہوتا رہتا ہے اُسی قدر قلب کی بینائی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی کو ایک حدیث

---

(۱) حالة أهل الحقيقة مع الله، للرفاعي ص ۷۰۔

شریف میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ :عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ ، وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذٰلِکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ.

''علم دو ہیں: ایک علم دِل میں ہوتا ہے تو یہی علمِ نافع ہے اور دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے تو یہ علم اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اُس کی مخلوق پر''۔(۱)

شاید بعض عرفاء کرام نے اِسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا ہوگا ۔

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

''علم کا اظہار تن پر کرو گے تو یہ سانپ ثابت ہوگا

علم کو دل پر سجاؤ گے تو یہ مددگار ثابت ہوگا''۔

علمِ باطن سے محروم کون؟

اگر علم زبان اور حلق سے نیچے اتر کر قلب میں پہنچ جائے تو قلب کی دنیا ہی بدل جاتی ہے، اور اگر فقط زبان پر ہی رہ جائے تو اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ علم کن لوگوں کے حلق سے نیچے نہیں اترتا؟ اگر نہیں معلوم تو جان لیجئے کہ جو لوگ عظمتِ نبوتِ مصطفیٰ اور ولایتِ علی مرتضیٰ دونوں سے بیگانہ ہوں وہ علمِ باطن

---

(۱) كتاب الزهد لابن المبارك ص۳۳۲ ح۱۱۶۱ ؛ المصنّف لابن أبي شيبة ج۱۹ ص۸۸،۸۹ ح۳۵۵۰۲ ؛ نوادر الأصول ج۲ ص۳۱ ؛ جامع بيان العلم و فضله ج۱ ص۶۶۱،۶۶۲ ؛ إحياء علوم الدين ج۱ ص۶۰ ؛ الترغيب والترهيب ج۱ ص۵۸ ح۴۰،۴۱ ؛ الجامع الصغير ص۴۲۵ ح۵۷۱۷۔

یعنی ایمان اور علم نافع سے محروم رہتے ہیں۔ علم اُن کے پاس ہوتا ہے، قرآن بھی پڑھتے ہیں اور دیکھنے میں مکمل دین دار بھی نظر آتے ہیں لیکن اُن کے علم کی تاثیر اُن کے حلق سے نیچے اُن کے دل کی طرف نہیں جاتی۔ اِس سلسلے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی درجِ ذیل حدیث کو بار بار غور سے پڑھیے:

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے جبکہ آپ تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرۃ آیا، اور وہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب میں نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو نا کام و نامراد رہ جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اِس کی گردن اُڑا دوں۔ فرمایا: اِسے رہنے دو، اِس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو اُن کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزوں کو اُن کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا، وہ قرآن پڑھیں گے جو اُن کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پس تیر کے پر کو دیکھا جائے گا تو اُس میں کچھ اثر نہیں ہوگا، پھر اُس کے پھل کی جڑ میں دیکھا جائے گا تو اُس میں کوئی اثر نہیں ہوگا، پھر اُس کے پیکان میں دیکھا جائے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، حالانکہ وہ تیر گوبر اور خون سے گزر جائے گا، وہ لوگوں کے بہترین طبقہ کے خلاف خروج کریں گے۔ اُن کی علامت یہ ہے کہ اُن میں ایک بڑی آنکھوں والا

شخص ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنی تھی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن سے قتال کیا تھا اور میں اُن کے ساتھ تھا۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُس آدمی (کی میت) کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا، اُسے تلاش کیا گیا تو وہ مل گیا، پھر اُسے اُن کے پاس لایا گیا حتیٰ کہ میں نے اُسے دیکھا تو اُس میں وہ ساری علامات موجود تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں"۔(۱)

علم کا ورود حلق سے نیچے قلب پر کیسے ہوتا ہے؟ اس کو سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اوپر بیان فرما چکے ہیں "اِعْرِفْ حُرْمَۃَ الصَّالِحِیْنَ" یعنی اہل اللہ کی تعظیم سے۔ چونکہ اُمتِ مسلمہ میں سیدنا علی علیہ السلام سے بڑھ کر عالم، عارف، صالح، زاھد، مجاہد، محبِ خدا و مصطفیٰ اور محبوبِ خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نہیں تھا اِسی لیے خیر خواہیٔ اُمت کے پیشِ نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی حرمت و عظمت کے خیال رکھنے کی زیادہ تاکید فرمائی، اور بالخصوص یہ تاکید اُن لوگوں کو اور زیادہ فرمائی گئی جن کے درمیان سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ظاہری حیات کے بقیہ ماہ و سال گذارنے تھے۔ چنانچہ الفاظ بدل بدل کر اُنہیں اِس نازک معاملہ کی حساسیت یوں باور کرائی گئی:

۱۔ علی سے محبت ایمان اور اُن سے بغض منافقت ہے۔ یاد رکھئے گا! یہ سیدنا

---

(۱) بخاري ص۴۹۱ ح۳۶۱۰؛ صحيح مسلم: كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، [۱۴۸] ح۱۰۶۳۔

علی علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ احادیث مبارکہ سے ایسا ارشاد کسی جماعت کے بارے میں تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر فردِ واحد کے بارے میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اور پھر اُسے بلند کر کے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں تو یہ علی بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔

۳۔ میں جس کا ولی ہوں تو یہ علی بھی اُس کے ولی ہیں۔

۴۔ جس نے علی کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

۵۔ جس نے علی کی برائی کی اُس نے میری برائی کی۔

علم اگر زبان و حلق سے دل کی طرف بڑھنے لگے تو دل کے اندر آنکھیں پیدا ہونے لگتی ہیں اور پھر اُن کی روشنی سے پورا بدن فیض یاب ہونے لگتا ہے، مگر یہ دولت محض نماز روزہ سے حاصل نہیں ہوتی، اگر یہ نعمت فقط نماز و روزہ سے مل جاتی تو خوارج سب سے بڑھ کر روشن دل اور عارف ہوتے۔

قرآن کے ساتھیوں کو اپنانے کی ناگزیریت

تمام اولین و آخرین کا علم ظاہر اور باطن قرآن مجید میں ہے اور بلاشبہ قرآن ایک نور ہے لیکن ایک نور سے روشنی حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس کے ساتھ دوسرا نور شامل نہ ہو۔ اگر ایک ہی نور کافی ہوتا تو پھر ثقل کی بجائے ثقلین کی ضرورت نہ ہوتی۔

افسوس کہ اہل اسلام کی اکثریت دوسرے ثقل کی اُتنا اہمیت سمجھنے سے قاصر رہی جتنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی اہمیت پر زور دیتے رہے۔ کتنا زور دیتے رہے؟ آیئے! ذرا ایک مرتبہ حدیث ثقلین میں غور کر کے اِس اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت یزید بن حیان بیان کرتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور

عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوئے اور اُن کی مجلس میں بیٹھے، پھر اُن سے حصین نے سوال کیا: اے زید! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی، آپ سے حدیث سنی اور آپ کے ساتھ جہاد کیا، اے زید! یقیناً آپ نے بہت خیر و بھلائی پالی ہے۔ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود ہوتے ہوئے براہ راست سنی ہو۔ فرمایا: بھتیجے کیوں نہیں، میں کافی عمر گزار چکا ہوں، بوڑھا ہو چکا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو احادیث میں نے یاد کی تھیں اُن میں سے کچھ بھلا بھی چکا ہوں، لہٰذا جو میں تمہیں بیان کروں اُسے قبول کر لینا اور جو نہ بیان کر سکوں اُس کے بارے میں مجبور نہ کرنا۔

فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، پانی کے اُس تالاب پر جسے "خم" کہا جاتا ہے، پہلے حمد و ثناءِ الٰہی بیان فرمائی، وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا: اما بعد، اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے تو میں اُسے لبیک کہوں، اور میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ رہا ہوں، پہلی اُن میں سے کتابِ الٰہی ہے، اُس میں ہدایت اور نور ہے، جو اُسے تھامے گا اور اُس سے روشنی حاصل کرے گا تو وہ ہدایت پر رہے گا اور جو اُسے چھوڑ دے گا اور اُس سے روگردانی کرے گا تو وہ گمراہی پر ہوگا، اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں: میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ عزوجل یاد دِلاتا ہوں،

میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ عزوجل یاد دِلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دِلاتا ہوں"۔(۱)

حیران کن بات ہے کہ لوگوں نے اِس حدیث سے یہ مطلب لے لیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت سے محبت کرنے پر اُبھارا ہے،اور پھر محبت بھی فقط وہ سمجھ لی گئی جو خالی خولی نعروں اور اُن کے نام کا وسیلہ پیش کر کے دعا کرنے تک محدود ہے۔

بھائی! اہل بیت سے محض ایسی محبت مطلوب نہیں بلکہ وہ محبت مطلوب ہے جس میں اُن کی پیروی ہو۔اُن کی پیروی میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت پوری امت کے لیے گمراہی سے حتمی ضمانت موجود ہے۔چنانچہ یہی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے اور اُس میں یہ الفاظ ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا : كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي.

"اے لوگو! میں نے تم میں جو چھوڑا ہے کہ اگر تم نے اُسے تھام لیا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد میرے اہل بیت"۔(۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں بھی یہ حدیث روایت ہوئی ہے:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي ،

---

(۱) مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه ح۲۴۰۸ ؛ صحيح ابن خزيمة : كتاب الزكاة، باب ذكر الدليل على أن بني عبدالمطلب هم من آل النبي صلى الله عليه وسلم ج۲ ص۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ح۲۳۵۷۔

(۲) جامع الترمذي: باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم ج۶ ص۱۲۴ ح۳۷۸۶۔

أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ : كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ. وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا.

''میں تم میں جو چھوڑنے والا ہوں اگر تم اُسے تھامو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، اُن دونوں میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی ہوئی رسی ہے، اور میری اولاد میرے اہل بیت، یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گے، پس تم غور کرنا کہ میرے بعد اِن دونوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہو؟''۔ (۱)

سو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کے ساتھ اِس لیے چھوڑا گیا کہ اُن کی اتباع کی جائے اور سارا زور بھی اِسی بات پر دیا گیا ہے، لیکن شاید اُمت نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ ''لِي خَمْسَةٌ أُطْفِي بِهَا...'' اور ''خدایا بحق بنی فاطمہ اور ''جانے یا علی'' وغیرہ کہہ لیا کرے تو اُن کا حق ادا ہو گیا۔ اِس قسم کے الفاظ سے اُن کا حق ادا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ راضی ہوتے ہیں، اُن کی، اُن کے رب کی اور محبوبِ رب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی تو اِس بات میں تھی کہ قرآن مجید کے ساتھ اُن کی اتباع کی جاتی مگر افسوس کہ اُمت کے اولین لوگوں میں سے ایک طبقہ نے اُن کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا اور کچھ لوگوں نے اُس لڑائی میں اُن سے لڑنے والوں کو نہیں بلکہ اُلٹا اُسی ثقل اکبر کو موردِ الزام ٹھہرا لیا جسے قرآن کے ساتھ اور قرآن کے برابر اتباع کے لیے چھوڑا گیا تھا۔

---

(۱) سنن الترمذي: باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم ج٦ ص ١٢٥ ح٣٧٨٨ ؛ مسند أبي يعلىٰ ج٢ ص٢٩٧ ح١٠٢١۔

متبوعین سے لڑائی اور پھر اجر و ثواب؟

کچھ اور عیار لوگ اُٹھے اور اُنہوں نے اُس لڑائی کو مشاجراتِ صحابہ کا نام دے دیا اور اہل بیت کی مخالفت میں آنے والے کو مجتہد مخطی بنا کر اُسے اجرِ واحد کا حق دار بنا دیا۔ کیسی باریک چال ہے! بھلا اہل بیت کے ساتھ لڑائیاں مشاجراتِ صحابہ کیسے ہو گئیں؟ مشاجراتِ صحابہ تو وہ تب کہلاتیں جب دونوں طرف سے صحابہ ہی ہوتے۔ اہل بیت کرام علیہم السلام کی وہ ہستیاں جنہیں قرآن مجید کے ساتھ متبوعین کے طور پر چھوڑا گیا اُن کے مدمقابل آنے اور اُن کے خلاف محاذ آرائی کو مشاجراتِ صحابہ اور اجتہاد نہیں فرمایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ فرمایا گیا ہے۔ بتائیے! اگر کوئی شخص قرآن سے مقابلہ کرے تو وہ اجر واحد کا مستحق ہوگا؟ اگر نہیں تو پھر دوسرے ثقلِ اکبر کے خلاف محاذ آرائی پر اجرِ واحد کیونکر؟ یاد رکھیے! اہل بیت کرام علیہم السلام کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے کسی بندے کو بعد میں ہوش آ گیا اور اُس نے توبہ و رجوع کر لیا تو فبہا ورنہ ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ کی شان والی ذات ذرّے ذرّے کا حساب لے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کے باطن میں اُس وقت تک روشنی نہیں آ سکتی جب تک کہ اُسے بیک وقت دو نور حاصل نہ ہوں: نورِ قرآن اور نورِ اہل بیت۔ اِس سے قبل سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول علمِ باطن کے حصول کے ذکر میں نقل ہو چکا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تجھے علمِ باطن چاہیے تو ''**فَعَلَيْكَ بِبُغْضِ الدُّنْيَا وَاعْرِفْ حُرْمَةَ الصَّالِحِيْنَ**'' تو پھر اپنے آپ پر دو چیزیں لازم کر لو: دنیا سے بغض رکھو اور صالحین کی عظمت کی پہچان کرو۔ سو جب دوسرے صالحین کی معرفتِ عظمت کے بغیر علم باطن حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر اُن ہستیوں کی معرفتِ عظمت کے بغیر کیونکر حاصل ہو

سکتا ہے جن کو قرآن مجید کے ساتھ ثقلِ اکبر کے طور پر صحابہ سمیت قیامت تک پوری امت کے لیے چھوڑا گیا ہے؟

اب بھی وقت ہے کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے اور کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ دینی اور دنیوی تمام امور میں اُن کی اتباع کو مقدم رکھا جائے۔ بنی نوع انسانیت کی فوز وفلاح اِسی میں ہے ،لہٰذا خوش دلی سے اُن کی اتباع کو اپنا لیا جائے تا کہ دنیا امن کا گہوارہ بن جائے ورنہ اُس وقت تو امن آ ہی جائے گا جب اہل بیت کرام علیہم السلام کا آخری امام جلوہ گر ہوگا۔

دل میں علی نہ ہو تو قرآن بھی نہیں ہوتا

قرآن مجید کے بغیر مسلمان ایک قدم بھی نہیں چل سکتا لیکن تنہا قرآن مجید کسی کے لیے سبب ہدایت نہیں ہوسکتا، اسی لیے قرآن مجید کے ساتھ سنت کا ہونا مسلمان کے لیے اُسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآن مجید ضروری ہے اور چونکہ سنت کا صحیح ترین عملی نمونہ اہل بیت کرام علیہم السلام کی مبارک سیرت میں موجود تھا اسی لیے قرآن کے ساتھ ساتھ اُن سے تمسک کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور اُنہیں قرآن حکیم کی مانند ایک ثقلِ اکبر فرمایا گیا ہے۔ پھر یہ قابل توجہ بات ہے کہ اہل کساء علیہم السلام میں سے سیدنا علی علیہ السلام کے لیے بالخصوص اور منفرد طور پر قرآن مجید کی دائمی معیت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اُم المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ ، لَنْ يَتفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

”علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے، دونوں جدا نہ

ہوں گے حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس اکٹھے آئیں گے"۔(۱)

سوچیے! اِس کا مطلب کیا ہے؟ کیا علی قرآن کا نسخہ اپنے ساتھ رکھتے تھے؟ نہیں بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ مطلوبِ قرآن علی کے ساتھ اور مطلوبِ علی قرآن کے ساتھ ہے۔ اِس کی تفصیل کی جائے کہ تو ایک دفتر تیار ہو جائے، مختصراً یوں سمجھئے کہ سیدنا علی علیہ السلام کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، رنج و خوشی، محبت و دشمنی اور امن و جنگ وغیرہ تمام اُمور اِس حد تک قرآن کے مطابق تھے کہ قرآن مجید اُن کی سیرت سے جھلکتا تھا، اسی لیے اُنہیں قرآنِ ناطق کہا گیا۔ سو حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اُن سے روگردانی کی تو اُنہوں نے قرآنِ صامت اور قرآنِ ناطق دونوں سے روگردانی کی۔ پھر قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ قرآن و علی کی یہ معیت صرف سیدنا علی علیہ السلام کی ظاہری حیات تک نہیں بیان فرمائی گئی بلکہ فرمایا گیا کہ اِن دونوں کی معیت ہمیشہ رہے گی حتیٰ کہ حوض پر اکٹھے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئیں گے۔

بعد از مصطفیٰ ولایت مرتضیٰ

---

(۱) المستدرك ج۳ ص۱۲۳ ح۴۶۸۵ ؛ المعجم الأوسط ج۵ ص۱۳۵ ح ۴۸۸۰ ؛ المعجم الصغیر ج۲ ص۲۸ ح ۷۲۰ ؛ تاریخ دمشق ج۴۲ ص۴۴۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج۱۸ ص ۴۵ ؛ مجمع البحرین ج۳ ص ۳۸۵ ح۳۷۱۳ ؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۳۴ ، وط: ج۹ ص ۱۸۳ ح۱۴۷۶۷؛ سبل الهدیٰ ج ۱۱ ص۲۹۷ ؛ جمع الجوامع ج۵ ص ۱۷۵ ح۱۴۳۱۹ ، وط: ج۵ ص۷۳۲ ح ۱۵۷۵۸ ؛ جامع الأحادیث الکبیر ج۶ ص۱۹۸ ح۱۴۳۱۹؛ کنز العمال ج ۱۱ ص۶۰۳ ح۳۲۹۱۲ ؛ در السحابة ص۲۲۸۔

درجِ بالا تفصیل کی روشنی میں بتلایئے! جب قرآن اور سیدنا علی علیہ السلام کی معیت کا عالَم یہ ہے تو پھر کوئی قلب علی کے بغیر قرآن کی آماجگاہ بن سکتا ہے؟ محض الفاظِ قرآن کے ساتھ کوئی انسان بے شک ناچتا پھرے لیکن روحِ قرآن اُس کے حلق سے نیچے قلب کی طرف نہیں جاسکتی جب تک کہ روحِ علی کی شعائیں اُس کے قلب میں موجود نہ ہو۔ اِسی لیے پوری امت میں سے جس فردِ واحد کا نام لے کر فرمایا گیا کہ اُس سے محبت ایمان اور اُس سے بغض منافقت ہے وہ صرف اور صرف علی ہے۔

بارگاہِ لم یزل جل جلالہ میں مقبولیت وولایت تو دور کی بات ہے محض ایمان ہی نصیب نہیں ہوسکتا جب تک کہ محبتِ علی قلب میں موجزن نہ ہو۔ اگر یہ محبت قلب میں پیدا ہو جائے تو پھر ایمان، قرآن، ایقان اور عرفان سب کچھ دل میں آجاتا ہے، اور جس پر مزید کرم ہوجائے اور جس سے زیادہ کام لینا ہو تو قاسمِ ولایت علیہ السلام بنفسِ نفیس خود بھی تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''امام ابن الملقن رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''طبقات الأولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے نمازِ ظہر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا: ''یَا بُنَيَّ أَلَا تَتَکَلَّمُ؟'' (پیارے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟) میں نے عرض کیا: اَبا حضور! میں ایک عجمی شخص ہوں، فصحاءِ بغداد کے سامنے کیسے وعظ کروں؟ فرمایا: منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اُس میں سات مرتبہ لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ کرو اور اُنہیں اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور حسین نصیحت کے ساتھ بلاؤ! پھر میں نے نمازِ ظہر ادا کی اور بیٹھ گیا اور میرے اردگرد

پبلک کا ہجوم ہو گیا لیکن مجھ پر بولنا بھاری ہو گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے سامنے جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں: ''یَا بُنَيَّ لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ؟'' (پیارے بیٹے! آپ وعظ کیوں نہیں کرتے؟) میں نے عرض کیا: ابا حضور! مجھ پر کلام بھاری ہو گیا۔ فرمایا: منہ کھولو! میں نے منہ کھولا تو اُنہوں نے اُس میں چھ مرتبہ آبِ دہن ڈالا۔ میں نے عرض کیا: آپ نے پورے سات مرتبہ کیوں نہ کرم کیا؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کے پیشِ نظر، پھر وہ مجھ سے اوجھل ہو گئے''۔(۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر کرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا علی علیہ السلام ہی کیوں تشریف لائے کوئی اور صحابی کیوں نہ تشریف لائے؟ اِس کی وجہ فاضل بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے درجِ ذیل الفاظ سے سمجھی جا سکتی ہے۔ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''آیہ کریمہ جس طرح افضلیتِ صدیق پر دلیلِ ساطع، یونہی اُن کے عرفانِ الٰہی وولایتِ ذاتی میں کافۂ اُمت سے زیادت پر برہان قاطع''۔(۲)

یہاں فاضل بریلویؒ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولایت کو ''ولایتِ ذاتی''

---

(۱) الحاوي للفتاوي ص٦٦٣ وط: ج٢ ص٢٥٩؛ الفتاوى الحديثية لابن حجر مكي ص٣٩٣؛ تفسير روح المعاني ج١٢ جزء٢٢ ص٥١؛ سعادت الدارين ص٣٨٨؛ سفينة الأولياء داراشكوه ص٧٣؛ قلائد الجواهر ص٣؛ بهجة الأسرار ص٥٨؛ خلاصة المفاخر ص١٤٦)

(۲) مطلع القمرين ص ٢٠٠۔

کہا ہے۔ کیوں؟ اِس کی وجہ اُنہوں نے حاشیہ میں خود یوں لکھی ہے:

''قولہ ولایتِ ذاتی: اِس لیے کہ ولایتِ متعدیہ میں حضرت مولیٰ (علی علیہ السلام) کا تقدم سبھی کو مسلّم''۔(۱)

کلامِ ھٰذا میں ''ولایتِ ذاتی'' سے مراد وہ ولایت ہے جو ولی کی اپنی ذات تک محدود ہوتی ہے، جبکہ ولایتِ متعدی سے مراد وہ ولایت ہے جس کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ لطیف بات یہ ہے کہ فاضل بریلویؒ نے اپنی عبارت میں دلیل بھی خود مہیا کر دی ہے، وہ یہ کہ اُنہوں نے سیدنا علی علیہ السلام کے نام کے بجائے اُنہیں لفظ ''مولیٰ'' سے ذکر کیا ہے، جو اِس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ تمام مومنین کا مولیٰ صرف سیدنا علی علیہ السلام کو ہی بنایا گیا ہے، لہٰذا ولایتِ متعدی فقط اُن ہی کی ولایت ہے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر اپنے ذہن میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی کا وہ کلام لے آیئے جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بھی ولایت سیدنا علی علیہ السلام سے منتقل ہوئی۔ نیز مجدد سرہندیؒ کا وہ کلام بھی ضرور ذہن نشین رہے جس میں اُنہوں نے فرمایا: سابقہ اُمتوں کے اولیاء کی روحانی تربیت بھی سیدنا علی علیہ السلام کی مقدس روح فرماتی رہی۔

شاہ اسماعیل دہلوی کا کلام

یہی حقیقت شاہ اسماعیل دہلوی نے یوں بیان کی ہے:

مقاماتِ ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت و غیرھا ھمہ از عہد کرامت حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ھمہ بواسطہ ایشان است، و در سلطنتِ سلاطین

---

(۱) مطلع القمرین ص ۲۰۰۔

وامارتِ امراء ھم ھمتِ ایشان را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔

''مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے ملتی ہیں، اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب [کرم اللہ وجہہ] کی ہمت کا دخل ہے، یہ سیاحانِ عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں''۔(۱)

شاہ اسماعیل صاحب کا یہ کلام فاضل بریلویؒ نے بھی نقل کیا ہے۔(۲)

اہل بیت کرام علیہم السلام اور اُمورِ تکوینیہ

چونکہ یہ ہستیاں خلافتِ باطنیہ اور ولایت معنویہ پر فائز ہیں اِس لیے قادر وقیومِ جل جلالہ بقانونِ خود ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ ملائکہ کی طرح اِنہیں اُمورِ تکوینیہ کی ڈیوٹی پر بھی فائز فرماتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور فاضل بریلویؒ لکھتے ہیں:

حضرت امیر و ذریتِ طاھرہ اُو را تمام اُمت بر مثال مریدان و مرشدان می پرستند و اُمورِ تکوینیہ را بایشان وابستہ می دانند۔

''حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور اُن کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور اُمورِ تکوینیہ کو اُن سے وابستہ

---

(۱) صراط مستقیم ص ۵۸۔

(۲) فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۵۸۹۔

سمجھتی ہے"۔(۱)

شاہ اسماعیل دہلوی صاحب نے ایک مقام پر ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو اِن اُمور میں فرشتوں کی مانند سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ائمہ این طریق واکابر این فریق درزمرۂ ملائکہ مُدَبِّرَاتُ الْأَمْرِ کہ در تدبیر اُمور از جانبِ ملاء اعلی مُلْہَم شدہ در اِجرائے آن می کوشند معدودند، پس احوال این کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد۔

"اِس راہ کے ائمہ کرام اوراس جماعت کے یہ مقدس حضرات ملائکہ کی اُس عظیم جماعت میں شمار ہوتے ہیں جو ملاءُ الاعلیٰ سے الہام ہونے والے اُمورِ تکوینیہ کی تدبیر اوراُن کی تکمیل کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں، پس چاہیئے کہ ان بزرگوں کے احوال کو عظیم فرشتوں کے حالات پر قیاس کیا جائے"۔(۲)

اُمورِ تکوینیہ سے مراد ایسے اُمور ہیں جن میں بعض اہل اللہ کا اختیار و تصرف چلتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام کے بارے میں فرمائیں کہ "کُنْ" (ہوجا) تو وہ کام ہوجاتا ہے۔ محبوبِ سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي بَعْضِ كُتُبِهِ : يَا ابْنَ آدَمَ ! أَنَا اللّٰهُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا ، أَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ ! فَيَكُوْنُ ، أَطِعْنِي أَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ ! فَيَكُوْنُ.

---

(۱) تحفہ اثناعشریہ ص ۲۱٤ ؛ فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ٥١١۔

(۲) صراط مستقیم ص ۳۲، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔

"اللہ عزوجل نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے: اے ابنِ آدم! میں اللہ ہوں، بجز میرے کوئی معبود نہیں، میں جس چیز کو کہتا ہوں کُنْ! (ہو جا) تو وہ ہو جاتی ہے، تو میری اطاعت کرتا کہ میں تجھے بھی امرِ کُنْ عطا کر دوں کہ تو جس چیز کو کہے گا: کُنْ (ہو جا) تو وہ ہو جائے گی"۔(۱)

بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلا فصل مرتضیٰ علیہ السلام

اِس سلسلے میں فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے قلم سے بھی اچھا کلام صادر ہوا ہے۔ وہ اپنی اُس کتاب میں جو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تفضیل کے موضوع پر ہے، جس میں اُنہوں نے اثباتِ تفضیلِ شیخین رضی اللہ عنہما کی خاطر کچھ ذاتی قواعد و قوانین بھی ایجاد کیے ہیں، اُس میں اُنہوں نے ایک مقام پر شانِ مرتضوی میں تقریباً اٹھارہ احادیث ذکر فرمائیں، اُس کے بعد راہِ سلوک اور ارشادِ باطنی میں سیدنا علی علیہ السلام کا مرتبہ بیان کیا، پھر اُسی ضمن میں کائناتِ پست و بالا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو سکّہ واختیار چلتا ہے اُس کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ یہ منصب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے براہ راست سیدنا علی کو مرحمت ہوا، اور اب اُن کے بغیر کسی کو وصلِ الٰہی کا حصول محال ہے۔ آیئے ذرا اُن کے الفاظ میں توجہ فرمایئے! وہ لکھتے ہیں:

"اے عزیز! صوفیہ کے دل سے پوچھ کہ جو احسانات اُن پر اُس جناب آسمانِ قباب کے ہیں، خدا تک وصول بے اُن کے دامن پکڑے محال، اور راہِ سلوک میں قدم رکھنا بے اُن کی عنایت و اعانت

---

(۱) فتوح الغیب ص ۳٤، مطبوعۃ مصر، ومترجم اردو مطبوعہ صفہ فاؤنڈیشن، لاہور ص ٤٠۔

کے خام خیال، تکمیل وارشادِ باطنی کا سہرا اُسی نوشاہِ بزمِ عرفان کے سر ٹھہرا، غوث، قطب، ابدال، اوتاد اُسی سرکار کے محتاج اور طالبانِ وصلِ الٰہی کو اُسی بارگاہ کی جبین سائی معراج:

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے

علی ہے، ہاں علی ہے، ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابتِ عامۃ وخلافتِ تامہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل، عالمِ علوی وسفلی میں اُن کا حکم جاری، فرماں روائی کُن کو اُن کی زبان کی پاس داری، تدبیر وتصرف کی باگیں اُن کے ہاتھ میں دی گئیں اور کاروبارِ عالم کی کنجیاں اُن کے قبضۂ اقتدار میں رکھی گئیں، منشورِ خلافتِ مطلقہ و تفویضِ تام کا اُن کے نام نامی پر پڑھا گیا اور سکہ وخطبہ اُن کا ملاء ادنی سے عالمِ بالا تک جاری ہوا، دنیا ودین میں جو جسے ملتا ہے اُن کی بارگاہِ عرشِ اشتباہ سے ملتا ہے، حضور ارشاد فرماتے ہیں:

أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ.

''مجھے زمین کی کنجیاں دیں گئیں''

اور فرماتے ہیں: ''أوتيت مفاتيح كل شيء'' (مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطاء ہوئیں)۔

علماء فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ [وآلہ] وسلم خزانۂ راز ہیں اور اُنہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، اُن کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہو نہ اُن کے سوا دوسرے سرکار سے کوئی نعمت

خلق پر فائض ہو، جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، عالم میں کوئی اُن کے ارداہ ومشیت کا پھیرنے والانہیں۔امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارحِ صحیح بخاری شریف مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

فهو صلى الله عليه[وآله]وسلم وان تأخرت طينته فقد عرفت قيمته فهو خزانة السر وموضع نفوذ الأمر فلا ينفذ أمر إلامنه ولاينقل خير إلا عنه(الى أن قال)إذا رام أمرًا لا يكون خلافه وليس لذاك الأمر فى الكون صارف.

''پس اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ[وآلہ]وسلم آخر میں تشریف لائے مگر آپ کی قیمت بتلا دی گئی آپ خزانۂ راز ہیں، اُنہیں کے توسط سے عالم کے تمام کام نفاذ پاتے ہیں۔پس سب اُمور اُنہیں سے نافذ ہوتے ہیں اور سب بھلائیاں اُنہیں سے منتقل ہوتی ہیں۔(یہاں تک کہ فرمایا) جب آپ کسی کام کا ارداہ فرماتے ہیں تو اُس کے خلاف نہیں ہوتا اور عالم میں کوئی اُس کا کام پھیرنے والانہیں''۔

پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر منصبِ جلیل حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا، تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم، مدبرات الامر میں سروَرُوں پر سروَرِی افسروں پرافسری جملہ احکامِ عزل ونصب، وعطا ومنع، وکُنْ ومَکُن اُنہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرفِ اِمضاپاتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب ومقاصد میں اُن سے استمداد کرتے اور آستانِ فیض نشان پر سَرِ اردات دھرتے ہیں، یہاں تک کہ عرفِ مسلماناں میں مولیٰ

مشکل کشا اُس جناب کا نام ٹھہرا''۔(۱)

غور فرمائیے کہ فاضل بریلویؒ نے نبی کریم ﷺ کا مرتبہ بیان کرنے کے بعد لفظ ''پھر'' سے وہی مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے بیان کیا ہے اور ''احکامِ عزل ونصب، وعطاومنع، وکُنْ ومَکُنْ'' کا اثبات فقط اُن ہی کے لیے ثابت کیا ہے اور ظاہری خلافت کی ترتیب کو درمیان میں واسطہ یار کاوٹ نہیں سمجھا۔

علم الکتاب اور ولایتِ تکوینیہ

دراصل خلافتِ باطنیہ واُمورِ تکوینیہ کا تعلق کلامِ الٰہی کی معرفت اور کماحقہ اُس پر عمل سے وابستہ ہوتا ہے۔اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انسان اور کائناتِ ارضی وسماوی کے امور پر مشتمل ہے اور جس انسان کو کتابِ الٰہی کی جتنا زیادہ معرفت حاصل ہو وہ اتنا ہی محرمِ رازِ کائنات اور نبّاضِ کائنات ہوتا ہے۔غور فرمائیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ امتی جو آنکھ جھپکنے سے قبل تختِ بلقیس لایا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کا تعارف کن الفاظ میں کرایا ہے۔ارشاد فرمایا:

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَیْکَ طَرْفُکَ.[النمل: ۴۰]

''عرض کیا اُس نے جس کے پاس کتاب کا بعض علم تھا: میں لے آتا ہوں اُسے آپ کے پاس قبل اِس کے کہ آپ کی آنکھ جھپکے''۔

یہ اندازہ انسان خود ہی کر لے کہ آنکھ جھپکنے میں زیادہ وقت لگتا ہے یا ''کُنْ'' کہنے میں۔بہرحال یہ سب کچھ علم الکتاب کی بدولت ہی ممکن ہوا،لہٰذا خود سوچیے کہ جب

---

(۱) مطلع القمرین ص ۱۰۰،۱۰۱،۱۰۲۔

زبور کا کچھ علم رکھنے والا اتنی قدرت رکھتا تھا تو وہ اہل کساء علیہم السلام جن کو قیامت تک کے لیے اُس کتاب کی معیت عطا فرمائی گئی جو تمام کتبِ سماویہ کی جامع کتاب ہے، اُن کی ولایتِ تکوینیہ کا کیا عالم ہوگا؟ پھر بالخصوص اُس ذات والاصفات کے علم الکتاب کے مقام و مرتبہ کا کیا پوچھنا جن کو قرآن کے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی عطا فرمائے گئے تھے اور اُنہیں بابُ مدینۃِ العلم اور بابُ دارِ الحکمۃ فرمایا گیا۔

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اور عِلْمُ الْكِتَابِ

"عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ" کا معنیٰ ہے کتاب کا بعض علم اور "عِلْمُ الْكِتَابِ" کا معنیٰ ہے کتاب کا مکمل علم۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُمتی کے بارے میں آیا ہے کہ اُس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی کے بارے میں آیا ہے کہ اُس کے پاس کتاب کا مکمل علم ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ.

"فرمائیے! کافی ہے اللہ تعالیٰ بطورِ گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے"۔[الرعد: ۴۳]

ویسے تو اِس آیت میں لفظ "مَنْ" سے ہر وہ شخص مراد ہے جو علم الکتاب رکھتا ہو، بنابریں جس کے پاس جتنا کتاب کا علم ہے وہ اتنا ہی رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کا گواہ ہے، لیکن اِس آیت کے الفاظ ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ سے بطورِ خاص جو شخصیت مراد ہے وہ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے۔ چنانچہ امام ابن مردویہ سیدنا ابن عباس اور امام ابو جعفر محمد الباقر علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ قَالَا: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ.

''اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اُنہوں نے فرمایا: وہ علی بن ابی طالب ہیں''۔(۱)

امام ابونعیم اصفہانی اور امام احمد بن محمد الرازی الحنفی [ت:۶۳۱ھ] نے یہی قول حضرت محمد بن علی المعروف ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔(۲)

امام حاکم حسکانی نے یہ تفسیر سیدنا ابن عباس، محمد ابن الحنفیہ، امام باقر اور ابو صالح وغیرہ سے نقل کی ہے۔(۳)

امام ثعلبی، امام ابن الجوزی اور ابو حیان اندلسی نے بھی حضرت محمد ابن الحنفیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔(٤)

خیال رہے کہ کچھ لوگوں نے اِن روایات کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے تو ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' والا کام کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا سیدنا علی علیہ السلام کی شان میں بطورِ خاص کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی، اُن کی شان میں جتنی آیات بیان کی جاتی ہیں سب روافض کی کارستانی ہے۔ ہِش شاباش!

علامہ آلوسی نے اِس آیت کی تفسیر میں امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ مجھے میری زندگی قسم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کا مکمل علم تھا لیکن ظاہر یہ

---

(۱) مناقب علي بن أبي طالب وما نزل من القرآن في علي ص۲٦۸۔

(۲) النور المشتعل من الآيات القرآن ص ۱۲٥ ؛ ما نزل من القرآن في علي للرازي الحنفي ص۸۸۔

(۳) شواهد التنزيل للحاكم الحسكاني ج۱ ص ٤٧٣، ٤٧٧۔

(٤) الكشف والبيان للثعلبي ج١٥ ص٣٤٦ ؛ زاد المسير لابن الجوزي ج ٤ ص ٣٤٢ ؛ البحر المحيط لأبي حيان ج٥ ص ٣٩٠۔

ہے کہ اِس آیت سے وہ مراد نہیں ہیں۔(۱)

اگر علامہ آلوسی نے اِن اقوال کے بغیر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے مکمل علم الکتاب کو تسلیم کیا ہے تو عمدہ بات ہے لیکن ہم اِن اقوال کے بغیر بھی مولا علی علیہ السلام کو قرآن مجید کا سب سے بڑا عالم سمجھتے ہیں، اور اِن اقوال کے ساتھ بھی اُنہیں أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ اور أَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ (کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم) مانتے ہیں۔

بعض نواصب کی راگنی

مشہور ناصبی قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے تو حد ہی کردی ہے۔ اُنہوں نے لکھا ہے:

''اور جو کہتا ہے کہ ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ سے علی بن ابی طالب مراد ہیں تو اُس نے دو صورتوں پر اعتماد کیا ہے:

۱۔ یا تو اُس کے نزدیک وہ ''أَعْلَمُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' (تمام مومنین سے بڑے عالم) ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اُن سے بڑے عالم ہیں، جیسا کہ ہم نے ''اصول الدین'' میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ذکر میں اِس کی وضاحت کی ہے۔

۲۔ یا پھر اُس نے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا'' پر اعتماد کرتے ہوئے یہ قول کیا ہے، اور یہ باطل حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہرِ علم تھے اور تمام اصحاب اُس شہر کے دروازے تھے۔ اُن میں سے کوئی باب بہت کشادہ تھا اور کوئی متوسط''۔(۲)

---

(۱) روح المعاني ج۱۳ ص۱۹۷۔

(۲) أحكام القرآن لابن العربي مالكي ج۳ ص۸۶۔

ابن العربی نے اپنے اِس کلام میں دولغو باتیں کی ہیں:

۱۔ پہلی یہ کہ اُنہوں نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کہا ہے اور یہ متعدد احادیثِ صحیحہ اور حسنہ کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب "شرح أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ" کی حدیث نمبر[۳۲] اور اُس کی شرح کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

۲۔ دوسری یہ کہ اُنہوں نے حدیث "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" کو باطل کہا ہے اور اِس کے بطلان پر کوئی دلیل پیش نہیں کی، حالانکہ اِس حدیث کو بعد از تحقیق بعض علماء نے حسن اور بعض نے صحیح کہا ہے۔ مکمل تحقیق کے لیے ہماری کتاب "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ" میں حدیث نمبر۲۲ کی شرح ملاحظہ فرمائیے۔

مختصر یہ کہ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی کے یہ دونوں قول لغو، مردود اور باطل ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری اُمت کے مقابلہ میں سیدنا علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا: "أَكْثَرُهُمْ عِلْمًا" (وہ اُن سب سے علم میں زیادہ ہیں) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُنہیں "أَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ" تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کا عالم) کہا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُنہیں قرآن کے ظاہر و باطن کا عالم کہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کے علم پر ششدر رہ جاتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ شاید اُنہیں قرآن کے علاوہ اور بھی کچھ ایسا دیا گیا ہے جو دوسروں کو نہیں دیا گیا لیکن مولیٰ علی علیہ السلام نے اُن پر واضح فرما دیا تھا کہ ہمیں مخصوص چیز کوئی نہیں دی گئی ماسوا اُس فہم کے جو کسی شخص کو قرآن میں عطا ہوتا ہے، جیسا کہ بخاری کی حدیث نمبر۳۰۴۷ میں تصریح آئی ہے۔ خود سوچئے بھلا ایسی تصریحات کی موجودگی میں کسی قاضی ماضی کی لغویات کی کیا حیثیت ہے؟ فی الجملہ یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ کے سب سے بڑے مصداق ہیں۔

آصف بن برخیا کے پاس کیسا علم تھا؟

صراحتِ قرآن مجید کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُمتی کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فقط اُسی شخص کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اور باقی سب کورے تھے؟ ہرگز نہیں لیکن اُس کے پاس کتاب کا فقط ظاہری علم نہیں ہوگا بلکہ وہ کتاب کے باطنی علم سے بھی بہرہ ور ہوگا۔ دیکھئے قرآن مجید تمام کتبِ سماویہ کی جامع کتاب ہے اور اِس کے ظاہری علم کے علماء اتنے ہیں کہ شمار میں لانا مشکل ہے مگر ایسے سب علماء سے ایسا تصرف ممکن نہیں ہوتا جیسا آصف بن برخیا نے کیا تھا؟ ایسا تصرف فقط اُس انسان سے ممکن ہوتا ہے جسے کتاب کے ظاہر پر عمل کرتے کرتے اُس کے باطن کی معرفت حاصل ہوجائے۔ حدیثِ قدسی میں جو فرمانِ الٰہی ہے کہ میں بندہ کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اُس سے یہی باطنی علم مراد ہے اور اِسی سے امورِ تکوینیہ وابستہ ہوتے ہیں۔گذشتہ سطور میں سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں امرِ کن کی جو تصریح گذر چکی ہے اُس سے یہی مراد ہے۔ مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

> علمِ کتاب سے مراد علمِ باطن یعنی علمِ تصوف ہے، کیونکہ ظاہری علم ولایت اور یہ طاقت پیدا نہیں کرتا"۔(۱)

تصوف کتاب وسنت سے ہٹ کر کوئی علم نہیں ہے بلکہ خلوصِ قلب سے کتاب وسنت کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے سے باطن کی جو صفائی ہوتی ہے اور بعد میں ایک نور

---

(۱) نورالعرفان ص ۶۰۵۔

اور فرقان پیدا ہوتا ہے وہی ولی کی اصل طاقت ہوتی ہے۔ خلوصِ قلب سے اوامر و نواہی پر کاربند ہونا تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ تقویٰ کی دنیوی جزا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا.

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لیے فرقان پیدا فرما دے گا''۔

(الأنفال: ۲۹)

دوسرے مقام پر اِس ''فرقان'' کو نور فرمایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَ یَغْفِرْلَکُمْ.

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور پیدا کر دے گا جس میں تم چلو گے اور تمہیں بخش دے گا''۔

(الحدید: ۲۸)

یہ جو ارشاد ہوا ''اور تمہارے لیے نور پیدا کر دے گا جس میں تم چلو گے'' اِس سے ظاہری آنکھ کا وہ نور مراد نہیں جو نیک و بد اور مومن و مشرک سب کو پہلے سے ہی حاصل ہوتا ہے بلکہ اِس سے دِلوں میں نور پیدا کرنا مراد ہے، کیونکہ عنداللہ حقیقی اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہو۔ چنانچہ وہ خود ہی ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ.

''آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔ [الحج: ٤٦]

اسی لیے بعض صاحبانِ قلبِ بینا نے تلقین فرمائی ہے۔

بے حضوری ہے تیری موت کا راز زندہ ہو تُو تو بے حضور نہیں
دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

(بالِ جبریل ص ۴۳)

اکثر یہ نعمتِ عظمیٰ ریاضت وکسب سے حاصل ہوتی ہے مگر بعض خوش نصیبوں کو وراثتاً اور خلقۃً بھی عطا ہوتی ہے، جیسا کہ سیدی محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ مصطفیٰ ومرتضیٰ علیہما الصلاۃ والسلام سے اصالۃً بھی عطا ہوئی اور اُن کے والدین ماجدین سے وراثتاً بھی عطا ہوئی، یہی وجہ ہے کہ جونہی رمضان المبارک کا آغاز ہوا تو اُنہوں نے اپنی والدہ کا دودھ پینا چھوڑ دیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو جتنا بڑا ولی ہوتا ہے اتنا ہی وہ ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ کا مصداق ہوتا ہے، اور چونکہ امتِ مسلمہ میں سیدنا علی علیہ السلام ہی سید الاولیاء ہیں اس لیے اُن کا مرتبہ اور ذمہ داری بھی اُن کے منصب کے مطابق ہے۔ چنانچہ آپ صوفیۂ کرام کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ بشمول صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی روحانی تربیت روحِ مرتضوی ہی کرتی ہے، اور بعض علماء کے حوالہ سے یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ سلاطین کی سلطنت اور اولیاء کرام کی ولایت دونوں میں مرتضوی ہمت کو دخل ہے۔

باطنی قیادت کا ہمیشہ اہل بیت میں ہونا

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

تنبیه: سَمّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْقُرْآنَ وَعِتْرَتَهٗ ۔ وَهِيَ بِالْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ الْأَهْلُ وَالنَّسْلُ وَالرَّهْطُ الْأَدْنُوْنَ ۔ ثَقَلَيْنِ ، لِأَنَّ الثَّقَلَ كُلُّ نَفِيْسٍ خَطِيْرٍ مَصُوْنٍ ، وَهٰذَانِ كَذٰلِكَ إِذْ كُلٌّ مِنْهُمَا

مَعْدِنٌ لِلْعُلُومِ اللَّدُنِّيَةِ وَالْأَسْرَارِ وَالْحِكَمِ الْعَلِيَّةِ وَالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ ، وَلِذَا حَثَّ ﷺ عَلَى الاقْتِدَاءِ وَالتَّمَسُّكِ بِهِمْ وَالتَّعَلُّمِ مِنْهُمْ ، وَقَالَ: "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِينَا الْحِكْمَةَ أَهْلَ الْبَيْتِ" وَقِيلَ : سُمِّيَا ثَقَلَيْنِ لِثِقَلِ وُجُوبِ رِعَايَةِ حُقُوقِهِمَا ، ثُمَّ الَّذِينَ وَقَعَ الْحَثُّ عَلَيْهِمْ مِنْهُمْ إِنَّمَا هُمْ الْعَارِفُونَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ، إِذْهُمُ الَّذِيْنَ لَايُفَارِقُونَ الْكِتَابَ إِلٰى الْحَوْضِ ، وَيُؤَيِّدُهُ الْخَبَرُ السَّابِقُ :"وَلَا تُعَلِّمُوهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ" وَتَمَيَّزُوا بِذَلِكَ عَنْ بَقِيَّةِ الْعُلَمَاءِ ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ أَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا ، وَشَرَّفَهُمْ بِالْكَرَامَاتِ الْبَاهِرَةِ وَالْمَزَايَا الْمُتَكَاثِرَةِ، وَ قَدْ مَرَّ بَعْضُهَا ، وَسَيَأْتِي الْخَبَرُ الَّذِي فِي قُرَيْشٍ:" تَعَلَّمُوا مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ " فَإِذَا ثَبَتَ هَذَا الْعُمُومُ لِقُرَيْشٍ فَأَهْلُ الْبَيْتِ مِنْهُمْ أَوْلىٰ مِنْهُمْ بِذَلِكَ ، امْتَازُوا عَنْهُمْ بِخُصُوصِيَّاتٍ لَا يُشَارِكُهُمْ فِيهَا بَقِيَّةُ قُرَيْشٍ.

وَ فِي أَحَادِيثِ الحَثِّ عَلَى التَّمَسُّكِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ إِشَارَةٌ إِلَى عَدَمِ انْقِطَاعِ مُتَأَهِّلٍ مِنْهُمْ لِلتَّمَسُّكِ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، كَمَا أَنَّ الْكِتَابَ الْعَزِيزَ كَذَلِكَ ، وَلِهَذَا كَانُوا أَمَانًا لِأَهْلِ الْأَرْضِ كَمَا يَأْتِي ، وَيَشْهَدُ لِذَلِكَ الْخَبَرُ السَّابِقُ :(فِي كُلِّ خَلَفٍ مِنْ أُمَّتِي عَدُولٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي) إِلٰى آخِرِهِ ، ثُمَّ أَحَقُّ مَنْ يُتَمَسَّكُ بِهِ مِنْهُمْ إِمَامُهُمْ وَعَالِمُهُمْ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي

طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ لِمَا قَدَّمْنَاهُ مِنْ مَزِيدِ عِلْمِهِ وَدَقَائِقِ مُسْتَنْبَطَاتِهِ ، وَمِنْ ثَمَّ قَالَ أَبُوبَكْرٍ ﷺ : عَلِيٌّ عِتْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ،[أَيْ: الَّذِيْنَ] حَثَّ عَلَى التَّمَسُّكِ بِهِمْ فَخَصَّهُ ؛ بِمَا قُلْنَا ، وَكَذٰلِكَ خَصَّهُ ﷺ بِمَا مَرَّ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ.

"تنبیہ: رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید اور عترت یعنی اہل بیت، نسل اور قریب ترین رشتہ داروں کو "ثقلین" سے موسوم فرمایا ہے۔ اِس لیے کہ ثقل ہر نفیس، عالی مرتبت اور محفوظ چیز کو کہا جاتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں یقیناً ایسی ہی ہیں، کیونکہ یہ دونوں علومِ لدنیہ، اسرارِ مخفیہ، بلند حکمتوں اور احکامِ شریعت کی معدن (کان) ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت کی اقتداء، اُن سے تمسک اور اُن سے علم لینے پر اُبھارا ہے، اور ارشاد فرمایا ہے: اُس اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تر حمد ہے جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کو پیدا کر دیا ہے۔ ایک قول کے مطابق اِن دونوں کو "ثقلین" کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اِن دونوں کے واجب حقوق کا خیال رکھنا بھاری ہے۔ پھر اِن سے تمسک کرنے پر اُبھارنے سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ان میں کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ کے عرفاء ہوں گے جو حوض تک کتاب سے جدا نہیں ہوں گے، اِس کی تائید اُس گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ "تم اُنہیں مت سکھاؤ بے شک وہ تم سے بڑھ کر عالم ہیں" اور اہل بیت کرام دوسرے علماء کرام سے ممتاز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے رجس کو دور رکھا ہے اور اُنہیں خوب پاک فرما

دیا ہے اور اُنہیں کراماتِ واضحہ اور خصوصیاتِ کثیرہ سے مشرّف فرمایا ہے، اِن میں سے بعض خصوصیات کا تذکرہ گذر چکا ہے اور عنقریب قریش کی شان میں حدیث آئے گی کہ ''تم اُن سے سیکھو بے شک وہ تم سے بڑے عالم ہیں'' پس جب یہ بات عام قریش کے بارے میں ثابت ہے تو پھر اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم تو اُن سے بہتر ہیں اور وہ ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں جن میں باقی قریش اُن کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔

اور اِن احادیث میں اہل بیت کرام کا دامنِ ہدایت تھامنے پر اُبھارنے میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن میں سے ایسے اہل لوگوں کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا جن کی پیروی کی جائے، جیسا کہ کتابِ عزیز کا معاملہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اہل زمین کے لیے امان ہیں، جیسا کہ آگے حدیث آئے گی، اور اِس بات کی شہادت اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ ''میری امت کے ہر پیچھے رہنے والے طبقہ میں میرے اہل بیت کے بہترین لوگ موجود رہیں گے'' پھر اُن میں سے جو سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کا دامنِ ہدایت تھاما جائے وہ اُن سب کا امام اور عالم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہے، کیونکہ وہ علم اور دقیق ترین استنباط میں سب سے بڑھ کر تھے، جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اور اِسی لیے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں'' یعنی وہ لوگ جن کے دامنِ ہدایت کو تھامنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے تاکید فرمائی تھی تو اُن میں سے علی کو مخصوص فرمایا تھا۔ہم کہتے ہیں:
اوراسی طرح آپ ﷺ نے غدیر خم کے دن بھی اُنہیں مخصوص فرمایا
تھا جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے"۔(۱)

حکمت کی چابیاں اور رحمت کی کان نسلِ مرتضیٰ وزہراء

علامہ ابن حجر مکی نے شانِ اہل بیت کرام علیہم السلام میں متعدد آیات ذکر کی
کیں، چنانچہ وہ بارہویں آیت درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الآية الثانية العشرة قوله تعالىٰ: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾[الزخرف: ٦١] قَالَ مُقَاتِلُ بْنُ سُلَيمانَ وَ مَنْ تَبِعَهٗ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ: إِنَّ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ الْمَهْدِيِّ، وَسَتَأْتِي الأَحَادِيْثُ الْمُصَرِّحَةُ بِأَنَّهٗ مِنْ أَهْلِ الْبَيتِ النَّبَوِيِّ، وحِيْنَئِذٍ فَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى الْبَرَكَةِ فِيْ نَسْلِ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيَخْرُجُ مِنْهُمَا كَثِيْرًا طَيِّباً، وَأَنْ يَّجْعَلَ نَسْلَهُمَا مَفَاتِيْحَ الحِكْمَةِ وَمَعَادِنَ الرَّحْمَةِ. وَسِرُّ ذٰلِكَ أَنَّهٗ ﷺ أَعَاذَهَا وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَدَعَا لِعَلِيٍّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، وَشَرْحُ ذٰلِكَ كُلِّهٖ يُعْلَمُ بِسِيَاقِ الْأَحَادِيثِ الدَّالَةِ عَلَيْهِ.

"بارہویں آیت یہ ارشادِ الٰہی ہے ﴿اور بے شک وہ قیامت کی علامت ہے﴾[الزخرف: ٦١] مقاتل بن سلیمان اور اُن کی اتباع میں

---

(۱) الصواعق المحرقة ص ۴۳۳، ۴۳۴۔

دوسرے مفسرین کرام نے کہا ہے: یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی، اور عنقریب ایسی احادیث صریحہ آئیں گی کہ وہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوں گے، لہٰذا یہ آیت سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل کی برکت پر دلیل ہے، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں سے بہت پاکیزگی ظاہر فرمائی اور اُن دونوں کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کانیں بنایا ہے، اور اِس میں راز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ کو اور اُن کی ذریت کو شیطان رجیم سے اللہ جل جلالہ کی پناہ میں دے دیا اور ایسی دعا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی مانگی۔ اِس بات کی مزید توضیح اِس مفہوم پر دلالت کرنے والی احادیث کے سیاق سے ہو جاتی ہے"۔ (۱)

ولایتِ تکوینی والا بھی مشکلات میں؟

خواص تو نہیں مگر عام لوگوں کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اہل بیت کرام علیہم السلام قرآن کے ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے اور اُمورِ تکوینیہ پر فائز تھے تو پھر وہ خود کو آنے والی مشکلات سے کیوں نہ بچا سکے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو وہ تمام معاملات میں لیکن خصوصاً اپنے معاملات میں راضی برضائے الٰہی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہونے والا تھا تو جہاں ایک طرف بطخوں کے چلّانے پر فرمایا کہ وہ ہم پر نوحہ کناں ہیں تو دوسری طرف حملہ ہو جانے پر فرمایا: "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو

---

(۱) الصواعق المحرقۃ ص ۴۵۷۔

گیا) ہاں البتہ کبھی کبھار دوسروں کے معاملات میں اپنے علم کا اظہار بھی فرمایا اور خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علم وقدرت کو بھی استعمال کیا۔

مولا علی علیہ السلام کے علمِ باطن پر ایک واقعہ

درجِ ذیل واقعہ میں غور فرمائیے اور ''عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ'' اور ''إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ'' کی صداقت کا کچھ اندازہ فرمائیے۔ابوسالم کمال الدین محمد بن طلحہ القرشی العدوی اور قدوۃ الصوفیہ علامہ عبد الرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

''جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو اُن کی خدمت میں ایک وفد آیا جن میں ایک نوجوان بھی تھا، وہ آپ کی جماعت میں شامل ہو گیا، تمام جنگوں میں حصہ لیتا تھا۔ پھر عرب قوم کی ایک عورت جس نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ، اُس نے نکاح کی پیش کش کی تو نوجوان کے سربراہوں نے وہ پیش کش قبول کر لی اور شادی ہو گئی۔ پھر ایک روز سیدنا علی علیہ السلام نے نمازِ فجر پڑھائی تو بعض حاضرین کو فرمایا: تم فلاں محلّہ میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے اور اس کے پہلو میں ایک گھر ہے، تمہیں وہاں سے ایک مرد وعورت کے جھگڑنے کا شور سنائی دے گا، اُنہیں کہو کہ تمہیں امیر المومنین طلب کر رہے ہیں اور اُنہیں فوراً یہاں لاؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو بعینہ وہی حالت پائی، یہاں تک کہ واپس آیا تو اُس کے ساتھ وہ نوجوان اور اُس کی عورت تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وجہ ہوئی کہ آج شب تم نے بڑا لمبا جھگڑا کیا؟ نوجوان نے عرض کیا: امیر المومنین! میں نے اس عورت کے ساتھ نکاح

کیا، پھر رخصتی ہوئی، پھر جب میں نے آج شب خلوت کرنا چاہی تو میرے دل میں اس کے متعلق نفرت پیدا ہوگئی جس نے مجھے اس کے قرب سے روک لیا، اور اگر ہوسکتا تو میں دن کی آمد سے قبل رات کے اندھیرے میں اس کو گھر سے نکال دیتا، پس ہم ابھی جھگڑنے میں مشغول تھے کہ آپ کا حکم آیا تو ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔
اس پر سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا: بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مخاطَب کے علاوہ دوسرے شخص کو نہیں سنانا ہوتیں، اس پر اُس نوجوان اور عورت کے علاوہ سب اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر اُس نوجوان نے بیان کیا کہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اُس عورت سے پوچھا: کیا تم اس نوجوان کو جانتی ہو؟ اُس نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ہم تمہیں ایسی بات بتاتے ہیں جسے تم جانتی ہو لیکن انکار نہ کرنا۔ اُس نے عرض کیا: ٹھیک ہے۔ فرمایا: کیا تم فلانہ بنت فلاں نہیں ہو؟ کہنے لگی: کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا تیرا ایک چچازاد نہیں تھا اور تم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے نہیں تھے؟ کہنے لگی: کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا تیرے باپ نے تجھے اُس سے اور اُس کو تجھ سے ملنے سے روک نہیں دیا تھا، اور تجھے اُس کے نکاح میں دینے سے انکار کر دیا تھا، اور اُسے اپنے پڑوس سے بھی خارج کر دیا تھا؟ کہنے لگی: کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا تم ایک شب قضائے حاجت کے لیے نہیں نکلی تھی کہ اُس نے تجھے بہلایا، مجبور کیا اور اپنا مطلب نکالا، جس پر تو حاملہ ہوگئی، پھر تو اس معاملہ کو اپنے باپ سے چھپاتی رہی اور اپنی ماں کو بتا دیا، پھر جب بچہ پیدا ہونے کا وقت

آیاتو تیری ماں نے تجھے رات کے وقت نکالا تو تم نے ایک بچے کو جنم دیا، پھر اُسے کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے باہر اُس مقام پر پھینکا جہاں قضائے حاجت کی جاتی تھی، پھر ایک کتا آ کر سونگھنے لگا تو تیرے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ وہ کہیں اُسے کھا نہ جائے، تو تو نے ایک پتھر پھینکا تو وہ کتے کی بجائے اُس بچے کے جا لگا اور اُسے زخمی کر دیا، پھر تو اور تیری ماں نے جا کر اُس کے سر کو کپڑے سے باندھ دیا، پھر تم نے اسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا اور تم نہیں جانتیں کہ اُس کا کیا حال ہوا؟ پھر فرمایا: بولو کیا یہ سچ ہے؟ کہنے لگی: امیر المومنین بخدا یہ سچ ہے اور اس کو میری امی اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے باخبر کیا ہے، چنانچہ جب صبح ہوئی تھی تو بنو فلاں نے اُسے اٹھالیا تھا اور وہ بچہ اُن کے ہاں تربیت پاتا رہا یہاں تک کہ بڑا ہو گیا اور اُن کے ساتھ کوفہ آیا اور تو نے اُس کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ وہ تیرا بیٹا ہے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نوجوان کو فرمایا: اپنے سر سے پگڑی ہٹاؤ! اُس نے پگڑی اُتاری تو اُس کے سر میں زخم کا داغ موجود تھا۔ فرمایا: یہ تمہارا بیٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس کو اُس فعل سے محفوظ رکھا جو اِس پر حرام ہے، اٹھو اپنے بیٹے کو گھر لے جاؤ! تمہارے درمیان کوئی نکاح نہیں ہوا"۔(١)

علم باطن پر ایسے حقائق وواقعات کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ جب باطنی آنکھ وا ہو تو

---

(١) مطالب السئوول للعدوي الشافعي ج١ ص ١٣٣، ١٣٤، ١٣٥؛ شواهد النبوة للجامي ص ٢٨١۔

پھر اہل اللہ پر پوری کائنات ہی روشن وعیاں ہو جاتی ہے۔اسی لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند ارجمند نے ارشاد فرمایا تھا:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

''میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو یوں دیکھا جیسا کہ رائی کا دانہ ہتھیلی پر''۔(۱)

درجِ ذیل واقعہ سے بھی خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ایسے ہی یقین وقوت کا اظہار ہوتا ہے۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے ایک اسود غلام نے چوری کی تو اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔انہوں نے پوچھا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ اُس نے عرض کیا: جی حضور، اُنہوں نے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا۔جب وہ ہاتھ کٹا کر سیدنا علی علیہ السلام کی مجلس سے چل دیا تو اُس کی سیدنا سلمان فارسی اور ابن الکراء رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی، ابن الکراء نے پوچھا: کس نے تمہارا ہاتھ کاٹا؟ اُس نے بتایا: امیر المؤمنین، یَعْسُوبُ الْمُسْلِمِین (سردارِ مسلمین) دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہرِ بتول نے۔ابن الکراء نے کہا: ''قَطَعَ یَدَکَ وَتَمْدَحُہٗ'' (انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا اور تو اُن کی تعریف کر رہا ہے؟) تو اس نے کہا: میں کیوں نہ تعریف کروں جبکہ انہوں نے حق کے ساتھ میرا ہاتھ کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے نجات دلائی ہے۔سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ ساری گفتگو سنی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جا کر عرض کی۔اُنہوں

---

(۱) قصیدہ غوثیہ ملحق بسیرت غوث الثقلین للضیاء اللہ قادري ص۲۲۸۔

نے اُس اسود شخص کو واپس طلب فرمایا اور اس کی کہنی پر اُس کا کٹا ہوا ہاتھ رکھ کر اوپر سے ایک چادر لپیٹ دی، پھر دعا میں مشغول ہو گئے، پس ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی: اِرْفَعِ الرِّدَاءَ عَنِ الْيَدِ" (چادر کو ہاتھ سے اٹھا لو!) ہم نے چادر ہٹائی تو بحکمِ الٰہی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے کرم سے ہاتھ درست ہو چکا تھا"۔(۱)

مقامِ کُن پر بھی فائز اور مشکلات بھی قبول

قربان جایئے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعالیٰ کی عطا کردہ عظمت وتصرف کو اِن قدسی صفت ہستیوں نے دوسروں کے حق میں تو استعمال فرمایا لیکن اپنے حق میں استعمال کرنے سے مجتنب رہے۔ چنانچہ سیدنا علی علیہ السلام پر جو مصائب وآلام آنے والے تھے اُنہیں اُن کے متعلق آگاہ کر دیا گیا تھا لیکن ایسی مصیبتوں کو ٹالنے کی نہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور نہ ہی مولیٰ علیہ السلام نے۔کون سا ذی شعور مومن بے خبر ہو گا کہ حسنین کریمین علیہما السلام پر مستقبل میں آنے والی آزمائش وتکالیف کی اطلاع اُن کے بچپن سے ہی جبریل امین علیہ السلام نے سنا دی تھی لیکن تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ آقا کریم، سیدۃ نساء العالمین، امیر المؤمنین اور سیدین حسنین کریمین علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی نے بھی اُن مصائب کو ٹالنے کی دعا کی ہو۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے لختِ جگر سیدنا امام زید بن علی علیہما السلام پر جو مصائب وتکالیف آنے والی تھیں اُن کی اطلاع اُن کے دادا دادی کے نکاح سے بھی

---

(۱) التفسير الكبير ج ۲۱ ص ۷۵ ؛ جامع كرامات الأولياء للنبهاني ج ۱ ص ۱۲۶ ؛ جمال الأولياء للتهانوي ص ٦٧۔

قبل دے دی گئی تھی لیکن نبی کریم ﷺ سے لے کر امام زین العابدین اور خود امام زید بن علی علیہم الصلاۃ والسلام تک کسی نے بھی اُن مصائب کے ٹل جانے کی دعا نہ فرمائی۔

سیدنا امام زید بن علی علیہما السلام کے بارے میں ایک صدی سے زائد عرصہ قبل جن مصائب وآلام کی پیش گوئی فرمائی گئی تھی جب وہ مصائب عملاً سامنے آئے تو سیدنا زید بن علی علیہما السلام انتہائی خوش تھے، خندہ پیشانی سے اُن مصائب کو قبول فرما رہے تھے اور حمدِ الٰہی بھی بجالا رہے تھے۔ تفصیل کے لیے فقیر کی ترجمہ کردہ کتاب ”تفسیر غریب القرآن للإمام زید بن علي عليهما السلام“ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

خداوندِ قدوس کی قضا پر دل سے راضی رہنے کی یہ سعادت ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو ورثہ میں ملی تھی۔ چنانچہ امام ابن عساکر اور دوسرے علماء کرام سیدنا امام علی بن حسین زین العابدین علیہما السلام کے حالات میں لکھتے ہیں:

”محدث محمد بن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: جس دن عبدالملک بن مروان نے امام زین العابدین کو زنجیروں میں جکڑ کر پولیس کی حراست میں مدینہ منورہ سے شام طلب کیا تو میں نے اُن لوگوں سے امام پاک کو سلام کرنے اور اُنہیں الوداع کہنے کی اجازت چاہی تو اُنہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ میں امام صاحب کے پاس پہنچا تو وہ ایک قبہ میں موجود تھے، اُن کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں تو یہ دیکھ کر میں رو پڑا اور عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ کی جگہ میں ہوتا اور آپ محفوظ ہوتے۔ اِس پر اُنہوں نے مجھے فرمایا: اے زہری! میرے جسم اور میری گردن میں تمہیں جو زنجیریں نظر

آرہی ہیں، تم سمجھتے ہو کہ یہ میری مجبوری ہے؟ اگر میں چاہتا تو ایسا کچھ بھی نہ ہوتا۔ مجھے تم سے اور تمہاری طرح دوسرے لوگوں سے جو نصیحتیں پہنچیں وہ مجھے عذابِ الٰہی کی یاد دلائیں گی۔ پھر اپنی دونوں ٹانگیں بیڑیوں سے اور اپنے دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں سے باہر نکال لیے پھر فرمایا: یازہری! میں مدینہ سے نکل کر اِن لوگوں کے ساتھ دو منزلوں تک ہی رہوں گا۔ زہری کہتے ہیں: ابھی چار راتیں ہی گزری تھیں کہ امام پاک پر جو نگران مقرر کیے گئے تھے وہ مدینہ واپس آ کر اُنہیں تلاش کرنے لگے مگر نہ پایا۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا اور میں بھی پوچھنے والوں میں شامل تھا تو اُن میں سے بعض نے بتایا: ہم مسلسل اُن کی نگرانی کرتے رہے، جہاں بھی کہیں ہم پڑاؤ کرتے تو ہم سوتے نہیں تھے بلکہ جاگ کر اُن پر پہرہ دیتے لیکن ایک صبح کو ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے کجاوہ میں موجود نہیں تھے مگر اُن کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں موجود تھیں۔

زہری کہتے ہیں: پھر بعد میں مَیں عبدالملک بن مروان کے دربار میں گیا تو اُس نے مجھ سے امام زین العابدین کے متعلق معلومات لیں تو میں نے اُسے آگاہ کیا۔ اِس پر اُس نے مجھے بتایا کہ ایک دن محافظین کی غیر موجودگی میں وہ میرے سامنے آگئے اور کہا: مجھ سے تمہیں کیا سروکار ہے؟ میں نے کہا: آپ میرے ہاں قیام رکھیں۔ فرمایا: مجھے پسند نہیں، پھر چلے گئے۔ خدا کی قسم! مجھ پر اُن کا خوف طاری ہو گیا۔

زہری کہتے ہیں: میں نے کہا: امیر المومنین! علی بن حسین (امام زین العابدین) ایسے نہیں ہیں جیسا آپ خیال کر رہے ہیں، وہ تو اپنی ذات

میں مشغول رہتے ہیں''۔(۱)

اُن کے طفیل کائنات قائم

سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ وہ جن کو رُتبے سوا دیتا ہے تو اُن پر مشکلات بھی سوا ڈالتا ہے، سو چونکہ بعد از انبیاء کرام علیہم السلام یہ خاندان تمام لوگوں سے افضل ہے اسی لیے سخت ترین مصائب وآلام سے بھی یہی خاندان گذرا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلاءً ؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ.

''یارسول اللہ! آزمائش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بڑھ کر کون؟ فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام، پھر درجہ بدرجہ''۔(۲)

---

(۱) حلية الأولياء ج۳ص۱۳۵؛ تاريخ دمشق ج۴۱ ص۳۷۳؛ مختصر تاريخ دمشق ج۱۷ص۲۳۴؛ الكواكب الدرية للمناوي ج۱ص۳۷۴؛ جامع كرامات الأولياء للنبهاني ج۲ص۳۱۰۔

(۲) سنن الترمذي ج۴ص۲۰۳ح۲۳۹۸؛ مسند أحمد[الأرنؤوط]ج۳ص۷۸ ح۱۴۸۱وص۸۷ح۱۴۹۴وص۱۲۸ح۱۵۵۵وص۱۵۹ح۱۶۰۷؛ سنن ابن ماجه ص۶۶۵ح۴۰۲۳؛ سنن الدارمي ج۲ص۲۵۲ح۲۷۸۳؛ مسند أبي داود الطيالسي ج۱ص۱۱۷ح۲۱۲؛ مسند أبي يعلىٰ ج۱ص۳۴۳ح۸۲۶؛ السنن الكبرىٰ للنسائي ج۷ص۴۶ح۷۴۳۹؛ مسند البزار ج۳ص۳۵۳ح۱۱۵۴؛ صحيح ابن حبان ج۴ ص۲۵۳ح۲۹۰۹، ۲۹۱۰؛ المستدرك ج۱ص۴۰ح۱۲۷۔

اس حدیث شریف میں ''الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ'' کی تشریح میں امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَيِ الْأَشْرَفُ فَالْأَشْرَفُ وَالْأَعْلَىٰ فَالْأَعْلَىٰ، فِي الرُّتْبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ. يُقَالُ: هٰذَا أَمْثَلُ مِنْ هٰذَا، أَيْ أَفْضَلُ وَأَدْنَىٰ إِلَى الْخَيْرِ.

''یعنی رتبہ اور درجہ میں پہلے برگزیدہ پھر اُس کے بعد کا برگزیدہ، پہلے اعلیٰ پھر اُس کے بعد کا اعلیٰ۔ کہا جاتا ہے: یہ اس سے ''أَمْثَل'' ہے یعنی اس سے افضل ہے اور بہتری کے زیادہ قریب ہے''۔(۱)

اُن ہستیوں سے کون افضل ہوسکتا ہے جن کے طفیل کائنات وجود میں آئی اور جن کی بدولت کائنات کا قیام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی ''أَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي'' اور ''مَثَلُ أَهْلُ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ'' وغیرہ احادیث کی تشریح میں متعدد احتمالات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَيَحْتَمِلُ وَهُوَ الْأَظْهَرُ عِنْدِيْ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِمْ سَائِرُ أَهْلِ الْبَيْتِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ الدُّنْيَا بِأَسْرِهَا مِنْ أَجْلِ النَّبِيِّ ﷺ جَعَلَ دَوَامَهَا بِدَوَامِهِ وَدَوَامَ أَهْلِ بَيْتِهِ؛ لِأَنَّهُمْ يُسَاوُونَهُ فِي أَشْيَاءَ مَرَّ عَنِ الرَّازِيْ بَعْضُهَا، وَلِأَنَّهُ قَالَ فِي حَقِّهِمْ: اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُمْ، وَلِأَنَّهُمْ بَضْعَةٌ مِنْهُ بِوَاسِطَةِ أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أُمَّهُمْ بَضْعَتُهُ، فَأُقِيمُوا مَقَامَهُ فِي الْأَمَانِ.

---

(۱) النهاية في غريب الحديث والأثر ص٨٥٦، دار ابن الجوزي، الدمام؛ التنوير شرح الجامع الصغير للأمير الصنعاني ج٢ ص٣٨٢ ح:١٠٤٨-

’’اور ایک احتمال یہ ہے اور یہی میرے نزدیک زیادہ واضح ہے کہ اِس سے تمام اہل بیت کرام مراد ہیں، کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو نبی کریم ﷺ کے طفیل تخلیق فرمایا ہے اور اُس کے دوام کو آپ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کرام علیہم السلام کے دوام پر موقوف فرمایا ہے، اِس لیے کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کچھ باتوں میں نبی کریم ﷺ کے مساوی ہیں جیسا کہ بعض باتوں کا ذکر امام رازی کے حوالے سے گذر چکا ہے، اور اس لیے بھی کہ آپ ﷺ نے اُن کے حق میں فرمایا کہ ’’وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں‘‘ اور اِس لیے بھی کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے رسول اللہ ﷺ کا ’’بَضْعَۃٌ‘‘ (جسمِ اقدس کا حصہ) ہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے امان میں اُنہیں اپنے مقام پر رکھا ہے‘‘۔(۱)

اِس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ دنیا میں اُس وقت تک رہے گی جب تک اُن میں قرآن مجید رہے گا اور بعض احادیث کے مطابق جب قرآن مجید کو اُن کے سینوں تک سے اُٹھالیا جائے گا تو اِختتامِ امت شروع ہو جائے گا۔ شاید دانائے راز رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ اُمت دشمن کے حملوں سے ناپید نہیں ہوسکتی۔

از اجل ایں قوم بے پرواستے   استوار از نَحْنُ نَزَّلْنَا ستے

’’یہ قوم نابود ہونے سے بے پرواہ ہے، اس کی بقا نَحْنُ نَزَّلْنَا سے ہے‘‘۔

---

(۱) الصواعق المحرقۃ ص ۴۳۸، مکتبۃ فیاض، المنصورۃ، مصر۔

از یک آئینی مسلمان زندہ است　　پیکر ملت ز قرآن زندہ است

''ایک آئین سے مسلمان زندہ ہے، اس کی ملت کا وجود قرآن سے زندہ ہے''۔(۱)

جبکہ حدیث ثقلین میں ہے کہ قرآن مجید اور اہل بیت کرام علیہم السلام ہمیشہ اکٹھے رہیں گے کبھی جدا نہیں ہوں گے، حتیٰ کہ اکٹھے ہی بارگاہِ نبوی ﷺ میں حوض پر حاضر ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے ساتھ جس قوم کا وجود امت مسلمہ کی بقا کا ضامن ہے وہ اولادِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

اِس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ خلافتِ باطنی جس کا تعلق قلب و روح سے ہے اور ولایتِ تکوینیہ جس کا تعلق باطنی امور سے ہے، یہ سب کچھ قبضۂ اہل بیت نبوت میں ہے۔ سو جس طرح باطنیتِ قرآنِ مجید کے بغیر کوئی قلب آباد نہیں ہو سکتا اسی طرح باطنیتِ اہلِ بیت کے بغیر بھی کوئی قلب آباد نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے احادیثِ صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اُس شخص کے قلب میں ایمان داخل ہی نہیں ہوتا جو محبتِ اہل بیت کرام علیہم السلام سے خالی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ باطنی خلافت کے خلیفۂ بلافصل مولی المؤمنین سیدنا و مرشدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور پھر اُن کے ساتھ اُن کی فاطمی اولاد ہے، باقی تمام کے تمام اہل ایمان کے قلوب و ارواح اُن ہی سے مستفیض ہوتی ہیں الا یہ کہ کسی قلب پر اُن کے بغض کے سبب نفاق کا پردہ پڑ چکا ہو۔

سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ قاسمِ نبوت

آغازِ کتاب سے لے کر اب تک جس قدر آیات و احادیث، اشاراتِ صوفیہ

---

(۱) اسرار و رموز ص ۱۱۹، ۱۲۵۔

اورتشریحاتِ علماء کرام نقل ہوئیں، اُن سب کی روشنی میں جس نتیجے پر راقم الحروف پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے سیدالانبیاء محمد ﷺ کو قاسمِ نبوت اور سید الاولیاء علی مرتضیٰ علیہ السلام کو قاسمِ ولایت بنایا ہے۔ یہاں ہم پہلے آپ کے سامنے مختصراً یہ بیان کرتے ہیں کہ نبوت نبی کریم ﷺ کے ذریعے ملتی ہے پھر یہ بیان کریں گے کہ ولایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے عطا ہوتی ہے۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب کی ﴿وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ پر مستقل ایک کتاب ہے۔ اُس میں انہوں نے حضور ﷺ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ پر کلام کرتے ہوئے صراحتاً لکھا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نورِ ہدایت اور نبوت سیدِ عالم ﷺ سے ہی حاصل ہوئی۔ وہ کہتے ہیں آپ کا کمال نور ہونا نہیں بلکہ نور بخشنا ہے اور محض نبی ہونا آپ کا کمال نہیں بلکہ نبوت بخشنا آپ کا کمال ہے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر سورج سے ستاروں کے اقتباسِ نور کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''ٹھیک اسی طرح آفتابِ نبوت (جناب رسول اللہ ﷺ) کی شان صرف نبی ہونا نہیں، یہ شان قدرِ مشترک کے طور پر ہر نبی میں موجود ہے۔ نیز اُن تمام نجومِ ہدایت (انبیاء علیہم السلام) سے کمالاتِ نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں کہ یہ تفاضل اور فرقِ مراتب اور انبیاء (علیہم السلام) میں بھی قائم ہے۔
>
> تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ.
>
> ''یہ رسول ہیں جن کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''۔
>
> بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نورِ نبوت میں سب انبیاء (علیہم السلام) کے مربی، اُن کے حق میں مصدرِ فیض اور

اُن کے انوارِ کمال کی اصل ہیں۔اس لیے اصل میں نبی آپ ہیں اوردوسرے انبیاء اصل میں نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔اُن مقدسین سابقین کا کمال درحقیقت اُن کے جوہروں کی صفائی اورشفائی ہے اور اُن کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جونہی اُن کے قلوبِ صافی اور ارواحِ ظاہرہ کے سامنے آفتابِ نبوت کا نورانی چہرہ آیا اُنہوں نے اُس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں اورخود منور ہوکر دوسروں کووہ روشنی پہنچانی شروع کردی۔پس آپ اُن سب حضراتِ انبیاء(علیہم السلام) کے حق میں مربی اوراصل نور ثابت ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے جیسا کہ روایاتِ حدیث میں مصرح ہے۔پس جیسے آپ امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ نبی الانبیاء ہونے کے مربی ہیں"۔(۱)

قاری صاحب ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

"جب یہ صورت ہے تو حضور (ﷺ) کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا نبی ہوگیا اوراس طرح نورِ نبوت آپ ہی سے چلا اورآپ پر ہی لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصفِ خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے اوراسی پر انتہا بھی

---

(۱) آفتابِ نبوت ص ۸۱۔

ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہم آپ کو وصفِ نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے، آپ ہی پر تمام انوارِ نبوت کی انتہا ہے جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ ہی پر عود (لوٹ) کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتابِ نبوت، نبوت کا مبداء بھی ثابت ہوتا ہے اور خاتم بھی"۔(۱)

قاری صاحب ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

"اور یہ ظاہر ہے کہ جب انبیاء کی نبوتیں آپ کی نبوت سے ماخوذ اور اُس کی تربیت یافتہ ہیں تو ولایت و امامت بہ طریق اولیٰ ختمِ نبوت کا فیض ہو گی۔ اس لیے کہ آپ نبوتوں کا سرچشمہ بھی ہیں اور ولایتوں کا بھی۔ انبیائے سابقین ہوں یا اولیائے لاحقین سب کو نور اس ایک آفتاب سے ملا ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ اگلوں کو آپ سے یہ نور بصورتِ نبوت پہنچا اور پچھلوں کو بصورتِ ولایت۔ پس انبیائے امم بھی آپ ہی سے مستفید ہیں اور اولیائے اُمت بھی آپ ہی کے دریوزہ گر ہیں، نور سب میں ایک اُسی آفتابِ نبوت کا کارفرما ہے"۔(۲)

سیدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام قاسمِ ولایت

---

(۱) آفتابِ نبوت ص ۸۲۔

(۲) آفتابِ نبوت ص ۹۲۔

یہ بات ظاہر ہے کہ قبل از ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سابقین انبیاء کرام علیہم السلام کو جو فیضِ نبوت پہنچتا رہا تو فقط روحِ مصطفوی ﷺ سے پہنچتا رہا۔اسی طرح سابقین اولیاء کرام کو جو سیدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام سے فیضِ ولایت پہنچتا رہا تو فقط روحِ مرتضوی علیہ السلام سے، جیسا کہ گذشتہ سطور میں مجدد الف ثانی اور دوسرے بزرگوں کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے لیکن کسی بھی مسئلہ میں محض بزرگوں کا قول شرعی حجت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ کتاب وسنت سے مؤیَّد نہ ہو۔زیر بحث مسئلہ میں کچھ ایسی احادیث ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عالَمِ اجسام سے قبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام کو بھی منتخب کرلیا گیا تھا۔چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کی شادی سیدنا علی علیہما السلام کے ساتھ کردی تو سیدہ نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوَّجْتَنِي مِنْ رَجُلٍ فَقِيرٍ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَمَا تَرْضِيْنَ أَنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُوْكِ وَالْآخَرُ زَوْجُكِ.

"یارسول اللہ! آپ نے میری شادی ایک فقیر شخص کے ساتھ کر دی ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز بھی نہیں،تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ جل جلالہ نے اہل زمین سے دو شخصوں کو منتخب فرمایا ہے،ایک اُن میں سے آپ کا بابا ہے اور دوسرا آپ کا شوہر ہے"۔(۱)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں:

---

(۱) المعجم الكبير ج ۱۱ ص ۹۳، ۹۴ ح ۱۱۱۵۳، ۱۱۱۵٤، وط: ج ۵ ص ۲۷۷ ح ۱۰۹۹۰، ۱۰۹۹۱؛ منصبِ إمامت للإسماعيل الدهلوي ص ۵۳۔

''یہ حدیث امام طبرانی نے ابراہیم بن حجاج از امام عبدالرزاق روایت کی ہے، ذہبی کہتے ہیں: یہ ابراہیم غیر معروف ہے، اوراس کے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، اورامام طبرانی نے اس کوایک اورضعیف سند سے بھی روایت کیا ہے'' ۔(۱)

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ سے اِس حدیث کی سند پر کلام کرتے ہوئے ایک سہو ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ اُنہوں نے لکھا کہ اِس کوامام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اُن کی سند میں ایک شخص ابراہیم بن حجاج ہے اور ذہبی کہتے ہیں: ''إِبْرَاهِيمُ هٰذَا لَا يُعْرَفُ'' (یہ ابراہیم نہیں پہچانا جاسکا) حالانکہ معجم کبیر میں امام طبرانی نے اِس حدیث کو دوسندوں سے روایت کیا ہے اوردونوں میں اِس راوی کا وجود نہیں ہے، البتہ خطیب بغدادی نے اِس حدیث کوتین سندوں سے روایت کیا ہے اور اُن سے ابن عساکر نے نقل کیا ہے اوراُن تینوں میں سے ایک سند میں یہ ابراہیم بن الحجاج موجود ہے اور باقی سندوں میں یہ نہیں ہے۔(۲)

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اِس راوی (ابراہیم بن حجاج) کے علاوہ اِس سند کے باقی تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں تو جب اِس سند میں ابراہیم بن الحجاج ہے ہی نہیں اور باقی تمام رجال صحیح ہیں تو پھر سنداً اِس حدیث کا صحیح ہونا متحقق ہوگیا، تاہم امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کوخطیب بغدادی سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔(۳)

---

(۱) مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۱۲ وط: ج۹ ص ۱٤٣، ۱٤٤ ح ۱٤٦٥٩۔

(۲) تاریخ بغداد ج٤ ص ٤١٧، ٤١٨؛ تاریخ دمشق ج٤٢ ص ١٣٥، ١٣٦۔

(۳) مسند فاطمة الزهراء للسيوطي ص ٦٣ ح ١٥١، وط: حيدر آباد دكن ص ٦٠ ح ١٥٠، وط: مترجم اردو ص ١٠٥ ح ١٥١۔

ظاہر ہے کہ قادر و قیوم جل جلالہ کا یہ انتخاب ابتدائے مخلوق سے ہی ہوگا، کیونکہ اُس کے اِس قسم کے اختیار و انتخاب کا ذکر اُس کے کلامِ قدیم و حکیم میں آیا ہے۔حدیث شریف میں صیغۂ ماضی کے ساتھ الفاظ ہیں "اِخْتَارَ" (اُس نے منتخب کیا) اور اِس کا مضارع "یَخْتَارُ" ہے اور یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ.

"اور آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور منتخب فرماتا ہے جسے چاہتا ہے"۔[القصص:٦٨]

کبھی اللہ تعالیٰ انتخاب اور چناؤ کے لیے "اِصْطَفٰی" کا لفظ بھی استعمال فرماتا ہے، جیسا کہ ﴿إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا......﴾ اُس نے اپنی پوری مخلوق میں سے بنو ہاشم کا جو انتخاب کیا ہے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِیلَ ، وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ ، وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِي ھَاشِمٍ ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي ھَاشِمٍ.

"اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کا انتخاب کیا، کنانہ سے قریش کو چنا، قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا"۔(۱)

خالقِ کائنات جل جلالہ نے پوری مخلوق میں سے چنتے چنتے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے

---

(١) صحیح المسلم: کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي صلی اللہ علیہ وسلم ص ١٠٨٠ ح ٢٢٧٦-

بنو ہاشم میں سے علی اسد اللہ کو منتخب کیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

أَمَا أَنْتَ ! يَا عَلِيُّ ! فَصَفِيِّي وَأَمِينِي.

''البتہ اے علی ! سو آپ میرے منتخب اور میرے امین ہو''۔(۱)

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اِس کے تمام راوی ثقہ ہیں، دکتور باسم بن فیصل نے کہا: اس کی سند صحیح ہے اور رجال ثقہ ہیں۔(۲)

شیخ حسین سلیم اسد الدارانی نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ یہ ازلی انتخابی فیصلے ہیں، سو جب رسول اللہ ﷺ نے کائنات کے افضل ترین خاندان میں سے سیدنا علی علیہ السلام کو چن لیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ مدینۃ العلم ہیں تو اُنہیں بابُ مدینۃ العلم بنا دیا، آپ دار الحکمۃ ہیں تو اُنہیں بابُ دارِ الحکمۃ بنا دیا، آپ صاحب القرآن ہیں تو اُنہیں مع القرآن بنا دیا، آپ مصطفیٰ ہیں تو اُنہیں اپنا صفی اور مرتضیٰ

---

(۱) السنة لابن أبي عاصم بتحقيق الألباني ص ۵۹۹ ح ۱۳۳۰ وط: ج ۲ ص ۸۹۱ ح ۱۳۶۵؛ السنن الكبرى للنسائي ج ۷ ص ۴۳۴ ح ۸۴۰۴ وط: ج ۵ ص ۱۲۸ ح ۸۴۵۸؛ شرح مشكل الآثار ج ۸ ص ۹۳، ۹۴ ح ۳۰۸۲؛ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ج ۴ ص ۷۰ ح ۲۳۲۱؛ مسند البزار ج ۳ ص ۱۰۶ ح ۸۹۱؛ كشف الأستار ج ۳ ص ۲۲۰ ح ۲۶۰۸؛ جمع الجوامع ج ۳ ص ۶۶ ح ۵۷۲۲۔

(۲) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۵۶ ح ۱۴۹۳۵؛ تحقيق: السنة لابن عاصم ج ۲ ص ۸۹۱ ح ۱۳۶۵۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۱۸ ص ۴۲۷، ۴۲۸ ح ۱۴۹۳۲۔

بنادیا حتیٰ کہ آپ جس جس کے مولیٰ ہیں تو اُنہیں بھی اُس اُس کا مولیٰ بنادیا اور آپ قاسمِ نبوت ہیں تو اُنہیں قاسمِ ولایت بنادیا۔

مولیٰ کے معانی میں مغالطہ آفرینی

بعض لوگ مغالطہ آفرینی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ کے جو معانی نبی کریم ﷺ کے لیے مناسب ہیں وہی معانی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کرنا مناسب نہیں، بالخصوص مولیٰ بمعنیٰ آقا اور سردار تو قطعاً مولیٰ علی کے لیے جائز نہیں اِس لیے کہ نبی کریم ﷺ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی آقا ہیں۔ یہ مغالطہ آفرینی پڑھے لکھے مگر فتنہ باز لوگ کرتے ہیں، حالانکہ اُنہیں معلوم ہے کہ ہر لفظ کا معنیٰ ہر ایک کے لیے یکساں نہیں ہوتا، چنانچہ لفظِ صلاۃ (درود) کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے الگ ہے، فرشتوں کے لیے الگ ہے اور مومنین کے لیے الگ ہے۔ اسی طرح جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کا مولیٰ کہا جائے گا تو اُس وقت محبوب کا معنیٰ لیا جائے گا، جب اُنہیں نبی کریم ﷺ کا مولیٰ کہا جائے گا تو معنیٰ محبوب و مددگار ہوگا اور جب اُنہیں غیر انبیاء کرام علیہم السلام کا مولیٰ کہا جائے گا تو پھر محبوب و مددگار، آقا و سردار اور شان وعظمت پر دلالت کرنے والے تمام معانی درست ہوں گے۔ شیعہ لوگ اُنہیں نبی کریم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ درست نہیں، البتہ وہ بعد از انبیاء کرام علیہم السلام سب سے افضل ہیں اِس لیے کہ اگلی پچھلی تمام امتوں کے اولیاء کرام کے روحانی مربی، مولیٰ اور مطلقاً سید الاولیاء وہی ہیں، اور یہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں کہ جس طرح روح جسم سے افضل ہے اسی طرح روحانی خلیفہ سیاسی خلیفہ سے افضل ہوتا ہے۔ مثلاً جس وقت حضرت طالوت سیاسی خلیفہ (سلطان) تھے اُسی وقت

سیدنا داود علیہ السلام اُس کی رعایا اور فوج میں شامل تھے مگر اُس سے افضل تھے۔ اسی طرح محبوبِ سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں سیاسی خلیفہ کوئی اور تھا مگر باطنی اور روحانی خلیفہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے اور یقیناً وہ سیاسی خلیفہ سے افضل و برتر تھے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو سیاسی خلفاء کہنے سے اُن سے روحانیت کی نفی لازم آتی ہے لیکن یہ خیال محض باطل ہے۔ بلاشبہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم روحانیت سے بھی بہرہ ور تھے مگر جس ہستی کو تمام مومنین کا ولی اور مولیٰ فرمایا گیا ہے اُسے ہی ولایت وروحانیت میں بشمول خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم تمام مومنین کا ولی، مولیٰ اور روحانی آقا ماننا شرعاً ضروری ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلقاً قاسمِ نبوت ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سیدنا علی علیہ السلام مطلقاً قاسمِ ولایت ہیں اور چونکہ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا تھا اِس لیے اب قیامت تک بوساطتِ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولایت وروحانیت کا منصب مصطفیٰ، مرتضیٰ اور زہراء علیہم السلام کی اولاد امجاد کے پاس ہے، یہی وجہ ہے کہ اُن سے روگردانی کرنے والا انسان ولایت تو کیا ایمان سے بھی محروم رہتا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ.

"اُس ذات کی قسم جس کے دستِ اقدس میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ تمہیں اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر محبوب رکھے"۔ (۱)

---

(۱) مسند أحمد ج ۱ ص ۲۰۷، ۲۰۸، وط: ج ۲ ص ۳۷۸، ۳۸۳ ح ۱۷۷۲، ۱۷۷۷؛ فضائل الصحابة للنسائي ص ۲۲ ح ۷۳؛ مسند البزار ج ٤ ص ۱٤۰ =

ایسی محبت جس کے بغیر ایمان ہی قلب میں داخل نہ ہو یہ محض نعرے بازی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ خلوصِ قلب سے اتباع اور روحانی وابستگی سے حاصل ہوتی ہے۔سو جب محبتِ اہل بیت کے بغیر ایمان نصیب نہیں ہوسکتا تو ولایت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟اِس لیے اِس حقیقت کو تسلیم کرنا لازم ہے کہ خلافتِ باطنی کا مکمل نظام اہل بیت کرام علیہم السلام کے سپرد ہے اور اُن سے انحراف کر کے کوئی انسان ولی تو کیا مومن بھی نہیں ہوسکتا۔

اعترافِ تقصیر

یہ عاجز اپنی ہر کتاب کی طرح کتابِ ھٰذا میں بھی عرض کناں ہے کہ اگر اِس میں کتاب وسنت اور کامل ومکمل اجماعِ امت کے منافی کسی قسم کی غلطی یا عقلی اور فکری لغزش پائی جائے تو تحریری طور پر مجھے مطلع فرمایا جائے۔ان شاءاللہ آئندہ طباعت میں اصلاح کر دی جائے گی۔

اختتام ودعا

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید جو ثقلین میں سے ایک ثقل ہے فقط ہماری الماریوں اور زبانوں تک محدود نہ رہے بلکہ اُس کی حکومت ہمارے حلق کے نیچے قلوب پر بھی ہو،اور اہل بیت کرام علیہم السلام جو دوسرا ثقلِ اکبر ہیں کا فقط تذکرہ

= ح ١٣١٥؛ المستدرك ج٣ص ٣٣٣،وط: ج٣ص٣٧٦، ح ٥٤٣٣ وج٤ ص ٧٥ ح٦٩٦٠،٦٩٦١؛ رأس الحسين لابن تيمية مع استشهاد الحسين للإمام ابن جرير الطبري ص ٢٠٠،٢٠١؛ مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية ج ٢٧ ص٢٤٨، ٢٤٩۔

ہی ہماری زبانوں پر نہ رہے بلکہ ہمارے حلق کے نیچے دِل پر بھی اُن کی اتباع ومحبت کی حکومت ہواور اُن کی سیرت وکردار ہمارا امام ہو۔ہم جب بحیثیتِ محمدی ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ پڑھا کریں تو سیرتِ نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ایک طرف ہماری زبان پر قرآن مجید کی تلاوت ہوتو دوسری طرف ہمارے عمل میں سیرتِ عترت ہو،تا کہ ہم قیامت کے دن مخلصین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اُس ذات بابرکات کے روبرجانے کے قابل ہوں جس نے فرمایا تھا: اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنَ ......

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

خدایا بحق بنی فاطمہ　　که بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول　　من و دست و دامانِ آلِ رسول

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

فہرست مضامین

حمد وصلاۃ	۶
علی مرتضیٰؑ سب کے مولیٰ، از قرآن	۷
فائدہ	۱۱
علی مرتضیٰ سب کے مولیٰ، از حدیث	۱۱
غدیرِ خم کے علاوہ اوقات میں یہی ارشاد	۱۳
حدیث الموالاۃ کا متواتر ہونا	۱۶
تعجّب	۱۷
مولیٰ بمعنی آقا، مالک، سردار ومددگار	۱۷
استفہام مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام کا سبب	۲۱
علیؑ ہر مومن کا ولی	۲۴
علی میرے بعد ہر مومن کا ولی	۲۶
میرے بعد تمہارا ولی علی	۳۰
مِنْ بَعْدِيْ" میں لفظ "بَعْدِيْ" پر اشکال	۳۲
اللہ مولیٰ اور ولی، مصطفیٰ مولیٰ اور ولی، مرتضیٰ مولیٰ اور ولی	۳۴
اللہ کا کام کوئی دوسرا کیونکر کرسکتا ہے؟	۳۷
قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن	۳۹
مرتضوی علمِ باطنی میں مشاہدۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۴۰
مشاہدۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تائید میں احادیث	۴۱
قولِ ابن مسعود اور خلافتِ باطنی	۴۲
خلافتِ ظاہری یا باطنی کے علاوہ کوئی اور صورت؟	۴۴

ولایت کا ماً وی و ملجا مولیٰ مرتضٰی	۴۵
کیا کوئی سلسلہ فیضِ مرتضوی سے بے نیاز ہے؟	۴۵
کنیتِ ابوتراب پر بعض عرفاء کی نکتہ آفرینی	۴۷
اہل بیت سے غیر وابستہ فیضیاب کیونکر؟	۴۸
کیا اہل بیت میں قطبیت کا نظریہ یہودیت کی مانند ہے؟	۴۹
اہل بیت میں ولایت وقطبیت پر کلامِ علماء وعرفاء	۵۰
امام سمہودی اور شیخ ابوبکر الحضرمی کا کلام	۵۰
علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کا کلام	۵۲
علامہ احسن الزمان کا کلام	۵۳
شیخ مومن بن حسن شبلنجی اور محمد بن علی الصبان کا کلام	۵۵
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام	۵۵
اعلی قاری کا کلام	۵۷
فاضل بریلویؒ کا کلام	۵۸
قاضی محمد برخوردار ملتانی کی عمدہ تطبیق	۶۰
علامہ ابن قیم الجوزیہ کا کلام	۶۲
شاہ ولی اللہ کلام	۶۴
مولانا رشید احمد گنگوہی کا کلام	۶۴
حکمت کسبی نہیں وہبی اور عطائی ہوتی ہے	۶۵
"قُسِّمَتِ الْحِكْمَةُ عَشَرَةَ أَجْزَاءً" پر اشکال کا جواب	۶۷
شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کا کلام	۶۷
اہل بیت کی بجائے حنفی شافعی نسبت کیسی؟	۶۸
نسبتِ اہل بیت کے بجائے قادری چشتی وغیرہ کیوں؟	۶۹
شیخ احمد سرہندی کا کلام	۷۰

شیخ عبدالحی الکتانی کا کلام	۷۱
ابن خلدون کا اشکال اور اُس کا جواب	۷۴
دوسرے اولیاء نقشبند کا کلام	۷۶
تمام امت پر مرتضوی قطبیت	۷۶
جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطبِ ولایت	۸۱
فقیہ ابوالخیر اور اُن کے فرزند کا کلام	۸۳
فقیہِ اعظم ابوالخیر کی علمی تحقیق	۸۳
جلوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل مستفیض کون؟	۸۴
اہل بیت سے ہی قطب الاقطاب کیوں؟	۸۷
استاذ العلماء بندیالویؒ کی تحقیق	۹۰
فقط کتابی مطالعہ ہی کافی ہے؟	۹۰
شاہ عبدالعزیز کی مزید تحقیق	۹۱
علامہ شرف قادری کی تحقیق	۹۲
مرتضوی خلافتِ بلافصل پر معتدل قول	۹۴
روح المعانی میں شیخ اکبر کے قول پر ایک نظر	۹۶
امام شعرانی کا ایک محلِ نظر کلام	۱۰۱
اہل بیت میں ولایتِ باطنیہ پر تکوینی شہادت	۱۰۲
”وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ“ اور آل پاک	۱۰۴
اہل بیت میں ”قطبیت“ حدیث کی روشنی میں	۱۰۷
اہل بیت میں قطبیت کا قول رافضیت کیسے؟	۱۰۸
علمِ باطن کی اہمیت	۱۰۸
علمِ باطن سے محروم کون؟	۱۱۰
قرآن کے ساتھیوں کو اپنانے کی ناگزیریت	۱۱۳

متبوعین سے لڑائی اور پھر اجر و ثواب؟	۱۱۷
دل میں علی نہ ہو تو قرآن بھی نہیں ہوتا	۱۱۸
بعداز مصطفیٰ ولایت مرتضیٰ	۱۱۹
شاہ اسماعیل دہلوی کا کلام	۱۲۲
اہل بیت کرام علیہم السلام اور اُمورِ تکوینیہ	۱۲۳
بعداز مصطفیٰ ﷺ بلا فصل مرتضیٰ علیہ السلام	۱۲۵
علم الکتاب اور ولایتِ تکوینیہ	۱۲۸
عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اور عِلْمُ الْكِتَابِ	۱۲۹
بعض نواصب کی راگنی	۱۳۱
آصف بن برخیا کے پاس کیسا علم تھا؟	۱۳۳
باطنی قیادت کا ہمیشہ اہل بیت میں ہونا	۱۳۵
حکمت کی چابیاں اور رحمت کی کان نسلِ مرتضیٰ و زہراء	۱۳۹
ولایتِ تکوینی والا بھی مشکلات میں؟	۱۴۰
مولا علی علیہ السلام کے علم باطن پر ایک واقعہ	۱۴۱
مقام کُنْ پر بھی فائز اور مشکلات بھی قبول	۱۴۵
اُن کے طفیل کائنات قائم	۱۴۸
سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ قاسمِ نبوت	۱۵۱
سیدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام قاسمِ ولایت	۱۵۴
مولیٰ کے معانی میں مغالطہ آفرینی	۱۵۹
اعترافِ تقصیر	۱۶۱
اختتام و دعا	۱۶۱

(مطبوع)

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهِ اٰخَرِيْنَ (صحیح مسلم)

أنوار العرفان فی أسماء القرآن

اسماءِ قرآن کی روشنی میں فضائل وعلوم قرآن اور مقام صاحبِ قرآن ﷺ پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

تصنیف
قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم
لاہور

شَرحُ خَصَائِصِ عَلِيٍ رضی اللہ عنہ (مطبوع)

چند خصوصیات:

- مکمل عربی متن مع سند
- سابقہ عربی طبعات کی غلطیوں کی اصلاح
- ہر حدیث کی مکمل تخریج وتشریح
- سند کے لحاظ سے علماء اصولِ حدیث سے ہر حدیث پر حکم
- ہر حدیث پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا متین جواب
- مصنف (امام نسائی رضی اللہ عنہ) کے قائم فرمودہ عنوانات کی روشنی میں خصوصیاتِ مرتضوی
- متن میں مذکور پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کے اہم فضائل وخصائص
- جدید وقدیم تمام ناصبی اعتراضات کا انتہائی علمی اور مہذب رد
- علماء ومشائخ اہلِ سنت دامت برکاتہم کی گرانقدر تقریظات
- پانچ سو سے زائد مآخذ ومراجع (کتابیات) کی فہرست مع سنہ طباعت اور مطبع وغیرہ
- صفحات (1150) گیارہ سو پچاس
- مکمل بیروتی طرزِ طباعت وبائنڈنگ اور امپورٹڈ کاغذ۔

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ (مطبوع)

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ

نبی کریم ﷺ کے جسمِ اقدس کی نفاست و لطافت

اور فضلات شریفہ کی طہارت و برکت کے موضوع پر

اپنی مثال آپ کتاب۔

تصنیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم

لاہور

مناقب الزہراء (مطبوع)

شرح

إتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل

المعروف

مناقب الزہراء

تصنیف

امام زین الدین محمد بن عبد الرؤف المناوی

متوفی ۱۰۳۱ھ

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم

لاہور

(مطبوع)

شرح

أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب عليه السلام

تصنیف

أبو الخير شمس الدين محمد بن محمد بن محمد الجزري المقري الشافعي

متوفی ۸۳۳ھ

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاري ظهور احمد فيضي

مكتبة باب العلم

لاهور

(مطبوع)

أنزل الناس منازلهم من الخير والشر
لوگوں کو خیر و شر میں اُن کے مقام پر رکھو

الأحاديث الموضوعة في فضائل معاوية

تالیف
قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم
لاہور

(مطبوع)

صلح الامام الحسن علیہ السلام

تصنیف

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم

لاہور، پاکستان

(مطبوع)

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ

اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں

اہلِ بیتِ کرام

اور

"علیہ السلام"

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم
لاہور پاکستان

(غیر مطبوع)

الامام الحسین علیہ السلام

تالیف:
قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم
لاہور

یادداشت